مجلہ ماہنامہ
الحقیقہ
پاکستان

شمارہ 10
جلد 11

اکتوبر 2010ء ذیقعدہ ۱۴۱۳ھ



صحابہ کرام کا نعرہ
یارسول اللہ

آقا تیری محفل کا رنگ جدا گانہ

سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ

عظمت والدہ



تاجداران علی پور شریف
اداریہ

اخلاق محاسن اور ان کے اچھے اثرات

نعت شریف

رحمتاں سرکار دے دربار وچ
برکتاں سرکار دے دربار وچ
آؤ آکے لٹ لؤو اے منگتیو !
دولتاں سرکار دے دربار وچ
ملدیاں جنھوں وی ایتھوں ملدیاں
نعمتاں سرکار دے دربار وچ
ہاں پیاں ڈیکن تہانوں ہر گھڑی
جنتاں سرکار دے دربار وچ
آئے جنھوں لوڑ اے دربار وچ
عظمتاں سرکار دے دربار وچ
رستے تکن بیکساں دے رات دن
حشمتاں سرکار دے دربار وچ
کسمپر ساں عاجزاں دے واسطے
عزتاں سرکار دے دربار وچ
اے پریشاں حالو ! غم دے ماریو
راحتاں سرکار دے دربار وچ
اللہ ، اللہ ، اللہ ولوں اتریاں
سورتاں سرکار دے دربار وچ
چڑھدیاں ہر ویلے اہل عشق نوں
رنگتاں سرکار دے دربار وچ
پائیاں آسی نے صدقہ شیخ دا
رفعتاں سرکار دے دربار وچ

(حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

یونس-۶۳

ترجمہ: سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم

كلمة الحقيقه — اداریہ

تاجدارانِ علی پور سیداں شریف

سعید آسوی کے قلم سے

بخارا سے تین میل کے فاصلے پر قصرِ عارفاں ہے، جو خواجہ ٔ خواجگان حضرت بہاؤالدین نقشبند قدس سرہ کا مولد، مسندِ ارشاد اور مرقد ہے۔ اسی مقام سے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے انوار کی شعائیں پھوٹیں، جنہوں نے چار دانگ عالم کو منور کیا۔ امام الطریقہ حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۷۱۸ھ۔۷۹۱ھ) نے قصرِ عارفاں میں جن فرزندانِ روحانیت کی تربیت کی، وہ آگے چل کر دنیائے اسلام کے اطراف میں نکلے اپنی روحانی و اخلاقی عظمت کے جھنڈے گاڑتے گئے اور اکناف عالم میں اسلام کی حقانیت کے چراغ روشن کرتے گئے سلسلہ نقشبندیہ کے جن قافلہ سالاروں نے قصر عارفاں سے تربیت پائی تھی ان میں سہیل معرفت حضرت خواجہ علاؤالدین عطار (م ۸۰۲ء) جمال طریقت حضرت خواجہ محمد پارسا (م ۸۲۲ء) قطب محبت حضرت خواجہ یعقوب چرخی (م ۸۵۱ھ) اوران کے رفقائے کار علیہم الرحمۃ نے ایشائے کوچک سے اٹھ کر اطراف عالم میں ظلمتِ کفر کے قلعے مسمار کر کے شریعت وطریقت کے انوار پھیلائے۔ جبکہ سلسلہ عالیہ کی مقدس وہ شخصیات جنہوں نے قصر عارفاں سے اٹھ کر مشرق کا رخ کیا ان میں شیخ باوقار حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ الغفار (م ۸۹۵ء) شجاع طریقت مولانا محمد زاہد (م ۹۳۶ء) جامع حقیقت و معرفت حضرت مولانا درویش محمد (م ۹۷۰) ممدوح اولیاء حضرت مولانا خواجگی امکنگی (م ۱۰۰۸ھ)، سلطان الاولیاء حضرت خواجہ باقی باللہ (م ۱۰۱۲ھ) قدس سرھم کے اسمائے گرامی تو جریدۂ روحانیت پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ثبت رہیں گے۔ یہی خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ ہیں جن کی نگاہِ انتخاب نے کشافِ حقیقت، نقیبِ شریعت حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ جیسے گوہرِ نایاب کو اپنی فیضِ نگاہ سے 'سرمایہ ملت کا نگہبان' بنا دیا۔ شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو تزکیہ نفس اور سلوک وطریقت کے معمولات تک ہی محدود نہ رہنے دیا بلکہ اسے شریعت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوۃ والسلام) کا پرزور ترجمان اور عظمتِ مصطفیٰ (ﷺ) کا بلند آہنگ مبلغ بنا کر پیش کیا۔

دورِ آخر میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے جن حضرات نے حضراتِ نقشبندیہ کی تحریکِ استقامت علی السنۃ، سیدنا مجدد الف ثانی کی دعوتِ عزیمت و احیائے دین کو عام کرنے میں حصہ لیا، ان میں خانوادۂ چوراہی کو منفرد مقام حاصل ہے۔ اس خانوادۂ عالیہ میں امیرِ سالکانِ طریقت حضرت خواجہ فقیر محمد چوراہی علیہ الرحمہ نے بالخصوص پنجاب اور صوبہ سرحد کے وسیع حلقوں میں شریعت وطریقت کی خوب اشاعت کی۔ علماء وفقرا، عارف وعامی غرض ہر مقام کے لوگوں نے آپ کی بارگاہ سے فیض پایا۔ آپ کے خلفاء نے بڑا نام پایا اور آفتابِ چوراہی کی روحانی و نورانی کرنیں برصغیر کے طول و

عرض تک پہنچائیں اور خوابِ غفلت میں مدہوش ملت اسلامیہ کو ولولۂ تازہ بخشا۔ تاہم آپ کے خلفاء بلکہ جملہ معاصرین میں جو اثرات خانوادۂ علی پور کے موسس و بانی محبوبِ سبحانی قیوم دورانی سیدی و مرشدی حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب لاثانی قدس سرہ کی نگاہِ فیض نے چھوڑے اور جو آپ کے جانشین مرشدِ ذی وقار، زیبِ بزمِ احرار پیر سید علی حسین شاہ صاحب نقشِ لاثانی قدس سرہ نے برقرار رکھے، ان کی مثال بہت کم ملتی ہے۔

حضرت شاہِ لاثانی قدس سرہ کا زمانۂ حیاتِ ظاہریہ ۱۲۷۶ھ (۱۸۶۰ء) سے ۱۳۵۸ھ (۱۹۳۹ء) تک تھا۔ حضرت شاہِ لاثانی قدس سرہ العزیز نے ایک دو دن نہیں، ایک دو سال نہیں، پورے تیس سال اپنے شیخ کامل کی 'لاثانی' خدمت کا شرف حاصل کیا۔ شیخ کی 'لاثانی' رضا سے مشرف ہو کر ظاہری و باطنی 'لاثانی' کمالات سے آراستہ ہو کر تبلیغ و تذکیر کے سفر کا آغاز کیا اور بحمدِ تعالیٰ و بکرمہ المصطفیٰ ﷺ اپنے مرشدِ کامل خواجہ باواجی چوراہی علیہ الرحمہ کے 'لاثانی' انداز کے مطابق دور دور تک اسلام و ایمان کے ابرِ نو بہار سے دلوں کی بنجر کھیتیوں کو سرسبز و شاداب کیا جن میں اطاعت و ریاضت کی فصلیں اگیں، عشق و مستی کے گلشن بھی مہکے، بصیرت و فراست کے پھول بھی کھلے۔ دور دراز دیہات کو جہاں علماء و مشائخ کی تشریف آوری کم ہوئی تھی اور کتاب و سنت کی تعلیمات سے آگاہی کی راہیں مسدود تھیں، مرکزِ توجہ بنایا اور وقت کے جید علماء کو ساتھ رکھ کر محبوبِ کائنات ﷺ کا پیغام گھر گھر پہنچانے کی سعیٔ مشکور فرمائی۔ آپ کا وطنِ مالوف (پنجاب) سکھا شاہی کی لوٹ کھسوٹ سے جانبر ہوا ہی تھا کہ انگریز کی غلامی میں جکڑا گیا۔ ایسے حالات میں زندگی کے عام مسائل کے لئے جو مشکلات درپیش ہوتی ہیں وہ ناقابلِ بیان ہیں چہ جائیکہ روحانی تعلیمات کا اہتمام کیا جا سکے۔ مگر ایسے نامساعد حالات میں بھی آپ نے اصلاحِ ملت کا بیڑا اٹھایا اور غلاموں کو حضور پرنور، شافع یوم النشور، ختم الرسل، مولائے کل جناب محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی متابعت کے لئے تیار کیا۔ آپ اندازہ لگائیں کہ جس صورتحال میں نماز روزہ کا ادا کرنا بھی بڑی بات ہو، اس میں 'برنداز رہِ پنہاں بجرم قافلہ را' کا فریضہ سرانجام دینا کتنا دشوار رہا ہوگا۔ آپ نے باطنی نگاہ سے دلوں کے حجاب دور کئے اور فسق و فجور میں ڈوبے ہوئے لوگوں کو اتباعِ سنت و شریعت کے ساحلِ عافیت تک پہنچایا۔ دو قومی نظریہ جو تعمیرِ پاکستان کا پہلا پتھر ہے، آپ نے سیاست سے بالکل الگ تھلگ ہوتے ہوئے بھی اپنے مریدین و متوسلین کے ذہنوں میں راسخ کیا۔ وہ علاقے جہاں مسلمان ہندوؤں کے ساتھ بلاتکلف کھا پی لیتے تھے اور ہندو انہیں ناپاک اور اچھوت سمجھتے ہوئے ان سے پرہیز کرتے تھے، حضرت اقدس نے **انتم الاعلون ان کنتم مومنین** (آلِ عمران) کی ترجمانی کرتے ہوئے مسلمانوں کو ان کی اپنی برتری کا احساس دلایا اور اس طرح ملی تشخص کو فروغ دیا۔ ہندوؤں، سکھوں اور عیسائیوں کا آپکی بارگاہ میں فقیروں کی طرح آنا بھی دراصل اسلام کی عظمت و فوقیت کا کھلا ثبوت اور **لیظھرہ علی الدین کلہ** (الفتح) کی عملی تفسیر تھا۔ آپ کی مساعیٔ جمیلہ کا نتیجہ تھا کہ آپکے وصال شریف تک لاکھوں مسلمانوں پر مشتمل ایک ایسا گروہ وجود میں آچکا تھا کہ سب کا سب اسلام دشمنوں کی سازشوں سے کلیۃً محفوظ تھا۔

آخر ۱۷ شعبان المعظم ۱۳۵۸ھ بمطابق یکم اکتوبر ۱۹۳۹ء (۱۷ اسوج ۱۹۹۶ بکرمی) کو طریقت و حقیقت کا یہ آفتاب عالمتاب سرزمین علی پور شریف میں غروب ہو گیا۔ **انا للہ و انا الیہ راجعون**

مسیحائے زماں پہنچا فلک پہ، چھوڑ کر سب کو　　　　لحد میں چھپ گیا اے وائے قسمت ماہِ لاثانی

حضور شاہِ لاثانی قدس سرہ کے بعد آپ کی تربیت کے شاہکار، آپ کے عزم و عزیمت کے پاسبان، آپ کے نبیرۂ اقدس شہنشاہِ ولایت پیر سید علی حسین شاہ صاحب نقشِ لاثانی قدس سرہ النورانی زیبِ سجادۂ لاثانی ہوئے۔ آپ نے اپنے جدِ امجد کے زیرِ تربیت افراد کی تربیت بھی فرمائی اور جو منازلِ سلوک کی طرف رواں دواں تھے، ان کی رہنمائی بھی۔ حضور شاہ لاثانی نے بعض لوگوں کو اپنے حکم سے خود حضور نقشِ لاثانی کے ہاتھ پر بیعت کرایا اور یوں تسلی دی کہ ان سے بیعت مجھ سے بیعت ہے۔

جب تحریک پاکستان زوروں پر تھی، اس میں بڑھ چڑھ کے حصہ لیا۔ پاکستان معرضِ وجود میں آیا تو ریاست جموں و کشمیر سے مسلمانوں کا انخلاء ضروری تھا، چنانچہ رسمِ شبیری ادا کرنے کیلئے مجاہدین کے جتھے ساتھ لے کر رزمگاہِ حق و باطل کا رخ کیا۔ مہاجرین کی آبادکاری کا مرحلہ آیا تو بھی دن رات ایک کر کے اسے طے کیا۔ ان مقدس ملکی و قومی مسائل سے فارغ ہو کر پھر فرائض منصبی مثلاً تصحیح عقائد، تبلیغ و تذکیر، اصلاحِ معاشرہ، تعمیر مساجد و

مدارس وغیرہم کی انجام دہی میں مصروف ہو گئے۔ ۱۹۷۰ء میں سوشلزم کا فتنہ اٹھا، اسے دبانے کے لئے پھر جہاد شروع کیا۔ حرص وہوا، بغض وکینہ اور ریا وسمعہ سے سخت اجتناب تھا۔ لہٰذا رب کریم نے اپنے حبیب کریم ﷺ کے صدقے سے حیاتِ طیبہ کو خیر وبرکت کا سرچشمہ بنا دیا تھا۔ ۲۷ جولائی ۱۹۸۷ء کو آپ کا سانحۂ ارتحال ہوا۔

حضور نقشِ لاثانی علیہ الرحمہ کے دو صاحبزادے تھے

☆...... قیوم دورانی اعلیٰحضرت پیر سید عابد حسین شاہ صاحب نقشہ نقشِ لاثانی قدس سرہ المعروف لالہ جی

☆...... عارفِ حقانی اعلیٰحضرت پیر سید محمد اسماعیل شاہ صاحب المعرف کا کا جی قدس سرہ

یہ دونوں حضور نقشِ لاثانی قدس سرہ کے حسنِ تربیت کا شاہکار تھے۔ بڑے صاحبزادے تقریباً تیرہ سال سجادہ نشین رہ کر عالمِ آخرت کو سدھار گئے۔ باطل کے خلاف حق کی ننگی تلوار، نہ دنیا کا لالچ، نہ دنیا والوں کا ڈر۔ علم وفضل ہی میں نہیں، سیرت وکردار میں بھی اپنے بزرگوں کے فیض کی تصویر تھے۔ سوز وگداز اور صبر ورضا میں بے مثال تھے۔ دعا کے دوران ایسا گریہ طاری ہوتا تھا جیسے درو دیوار روتے ہوں۔ واللہ وہ اپنے دور کے عظیم صاحب کرامت تھے انہیں دیکھ کر لوگ یہی محسوس کرتے تھے جیسے حضور نقشِ لاثانی قدس سرہ تشریف فرما ہیں۔

عابد کو جس نے دیکھ لیا، آسی فی الفور پکار اٹھا یہ ہے نقشہ نقشِ لاثانی سبحان اللہ سبحان اللہ

حضرت پیر سید محمد اسماعیل شاہ صاحب علیہ الرحمہ کیا حوال بھی یہی تھے۔ وہی محبتِ خدا، وہی عشقِ رسول ﷺ، وہی طبیعت کی سادگی، تکلفات سے بری، اخلاص کا پیکر، عجز ونیاز کا مجسمہ، صدق وصفا کا آئینہ، فقیروں کے حامی، غریب پرور، خطا پوش عطا پاش، دین کیلئے درد، دنیا والوں سے کنارہ کشی، بیسہاروں پر نوازشات، دربار شریف میں کوئی بے شرع نہیں۔ آپکے چار صاحبزادے ہیں جنہیں دیکھ کر یوں لگتا ہے جیسے آسمان سے نوری فرشتے اتر آئے ہیں۔ بالخصوص پیکرِ صدق وصفا پیر سید کرامت علی شاہ صاحب مدظلہ جو سجادہ نشین ہیں، اپنے اسلاف کی بارگاہ اور تبلیغ دین و اشاعتِ طریقت میں نہایت سرگرم ہیں۔ میرے حضور، قبلہ عالم، شمس العارفین بدر الکاملین حضور مفکرِ اسلام علیہ الرحمہ نے اپنے وصال شریف سے کچھ عرصہ قبل فرمایا تھا کہ حضور شاہِ لاثانی اور حضور نقشِ لاثانی علیہما الرحمہ کا فیض اب پیر سید کرامت علی شاہ صاحب کے ذریعے عام ہوگا۔

یکم، دو اکتوبر کو علی پور سیداں شریف میں تاجدارانِ علی پور سیداں شریف کا مرکزی سالانہ عرسِ مقدس ہوتا ہے۔ اسی مناسبت سے یہ چند الفاظ نذر قارئین کئے گئے ہیں۔ اللہ کریم سے ہم دعا گو ہیں کہ ان مقدس ہستیوں کے طفیل ملت اسلامیہ کی سختیاں ٹال دے اور اہلِ اسلام کو دو جہانوں میں سرفراز فرمائے۔ آمین بجاہِ النبی الکریم الامین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

الحقیقه گیارهویں سال میں

الحقیقہ اکتوبر ۲۰۰۰ء میں شروع ہوا اور موجودہ شمارے سے اللہ جل مجدہ اور اس کے حبیب مکرم ﷺ کے فضل وکرم سے اپنی عمرِ عزیز کے دس سال مکمل کرنے کے بعد گیارھویں سال میں داخل ہو گیا ہے۔

اس کے اجرا کا مقصد اسلام کی بنیادی اور سنہری تعلیمات کی اشاعت کے ساتھ ساتھ ان زبان درازلوں کا منہ بند کرنا بھی تھا۔ جو اسلام کے سچے مبلغین اور مخلصین محسنین یعنی صوفیاءِ عظام کے عظیم تبلیغی کارناموں کا انکار کر کے معاذ اللہ تاریخ اسلام کو مسخ کرنا چاہتے تھے۔ اور معاذ اللہ انہیں کافر ومشرک کہنے سے بھی نہیں شرماتے تھے۔ بحمدہٖ تعالیٰ بڑی بڑی کامیابیاں اس کا مقدر بنیں۔ ہم اپنی بے سروسامانی اور بے بضاعتی کو دیکھتے ہیں اور الحقیقہ کو سامنے رکھتے ہیں تو اپنے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور نبی رحمت ﷺ کی نظرِ عنایت کے سوا کوئی توجیہہ نہیں ملتی۔ ہاں ہاں اس کے بعد پھر اگر کوئی سہارا ہے تو انہیں شہسوارانِ طریقت کا جن کا ذکر اوپر کی سطور میں آچکا ہے اور یہ فیض ہے تو ہمارے ولی نعمت حضور مفکرِ اسلام علیہ الرحمہ کا جو اس کے بانی ہیں ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے طفیل ہمارے بزرگوں کو ہم پر مہربان رکھے اور ہم ان کے زیر نظر، زیر اثر تقریر وتحریر کے ساتھ ملت کی خدمات سے سرفراز وسرخرو رہیں آمین۔

کیا ضعیف الاسناد احادیث پر عمل کرنا ناجائز ہے؟

......(محقق دوراں جناب علامہ مفتی حافظ نصر اللہ صاحب آسوی مدنی)......

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے والی ایک بھی حدیث صحیح اور صریح نہیں ہے سب ضعیف ہیں:

(۱) جب میں بلند آواز سے پڑھوں تو قرآن سے کچھ نہ پڑھو سوائے سورہ فاتحہ کے۔ اس حدیث کی سند یہ ہے عن مکحول عن نافع بن محمود بن الربیع (ابوداود حدیث ۸۲۴ ترمذی 311 نسائی 919 مشکوۃ 854)

ناصر الدین البانی غیر مقلد نے کہا هذا حديث ضعيف لأن في سندها نافع بن محمود بن ربيع دیکھو ضعیف ابوداود

(۲) مکحول مغرب عشا اور صبح کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ آہستہ پڑھتے تھے اور کہتے تھے امام کے سکتوں میں فاتحہ پڑھو اور اگر وہ سکتہ نہ کرے تو اس سے پہلے یا بعد یا ساتھ پڑھو اور فاتحہ کسی حال میں نہ چھوڑو۔ اس حدیث کی سند یہ ہے عن مكحول عن عبادة نحو حديث الربيع بن سليمان (ابوداود حدیث ۸۲۵)

ناصر الدین البانی غیر مقلد نے کہا هذا حديث ضعيف دیکھو ضعیف ابوداود

(۳) من صلى صلاة مكتوبة مع الإمام فليقرأ بفاتحة الكتاب في سكتاته۔

جو امام کے ساتھ نماز پڑھے تو اسے امام کے سکتوں میں فاتحہ پڑھنی چاہئے (دارقطنی ص:120 والحاکم 238/1 والبیہقی فی القراءۃ:54)

ناصر الدین البانی نے کہا ضعیف جدا دیکھو سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ حدیث:991 یہ حدیث

(۴) إذا كنت مع الامام فاقرأ بام القرآن قبله إذا سكت

جب تو امام کے ساتھ ہو تو سورہ فاتحہ اس سے پہلے پڑھ لے جب وہ سکتہ کرے۔ (البیہقی فی جزء القراءۃ:54)

(یعنی مقتدی امام بن جائے اور امام مقتدی۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ)

ناصر الدین البانی نے کہا ضعیف دیکھو سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ حدیث:992

(۵) حضرت سمرہ کہتے ہیں کہ میں نے نماز میں رسول اللہ ﷺ سے دو سکتے یاد رکھے ایک سکتہ جب نماز میں داخل ہوتے اور دوسرا سکتہ جب قراءت سے فارغ ہوتے پھر بعد میں کہا جب غیر المغضوب علیہم سے فارغ ہوتے۔

ناصر الدین البانی نے کہا یہ تمام احادیث ضعیف ہیں دیکھو ضعیف ابوداود حدیث نمبر 780-779-778-777

ناصر الدین البانی صاحب نے اپنی کتاب ,,سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ،، میں حدیث نمبر ۹۹۱-۹۹۲-۵۴۶-۵۴۶-اور ۵۴۷ میں سکتوں میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے والی تمام احادیث کو ضعیف قرار دے کر کہا لا دليل لأحد أن يقرأ الفاتحة في سكتات الإمام

الأول : ضعف سند الحديث ،

الثاني: اضطراب متنه ،

الثـالـث: إن الـصـواب فـي السكتة الثانية فيه إنها قبل الركوع بعد الفراغ من القراءة كلها لابعد الفراغ من الفاتحة ،

الـرابع: على افتراض أنها أعني سكتة بعد الفاتحة فليس فيه أنها طويلة بمقدار ما يتمكن المقتدي من قراءة الفاتحة ولهذا صرح بعض المحققين بأن هذه السكتة الطويلة بدعة ،

ولم يستحب الإمام احمد أن يسكت الإمام لقراءة المأموم......

ترجمہ:-امام کے سکتوں میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے متعلق کسی کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔

اوّل:اس لئے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

دوسرا:اس لئے کہ اس کے متن میں اضطراب ہے۔

تیسرا:اس لئے کہ صحیح بات یہ ہے کہ دوسرا سکتہ تمام قراءت سے فارغ ہونے کے بعد رکوع سے پہلے ہے نہ کہ سورہ فاتحہ سے فارغ ہونے کے بعد۔

چوتھا: یہ کہ اگر فرض کرلیا جائے اس سکتہ سے سورہ فاتحہ کے بعد والا سکتہ مراد ہے تو وہ اتنا طویل نہیں کہ جس میں مقتدی سورہ فاتحہ پڑھ سکے اس لئے بعض محققین نے تصریح کی ہے کہ اتنا طویل سکتہ بدعت ہے۔

اورامام احمد بن حنبل نے بھی اس کو مستحب نہیں کہا کہ امام مقتدی کی قراءت کے لئے خاموش رہے۔(سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ جلد۲ ص ۲۶)

(نوٹ یہ کتاب مسجد نبوی شریف کے مکتبہ باب عمر میں موجود ہے)

جواب دو

آپ نے اپنے مطلب کی صرف (۱۰۰) احادیث لیکر باقی حدیثوں کو کس لئے چھوڑ دیا اس لئے کہ وہ تمہارے خلاف تھیں یہ بھی لوگوں بتادیتے کیا سمجھتے ہو کہ لوگوں کے پاس تمہاری کتابیں نہیں ہیں وہ تمہارے گھر کی خبر نہیں لیں گے

بچو گے تم اور نہ ساتھی تمھارے
گرنا ؤڈوبی تو ڈوبو گے سارے
دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

سند کے ضعف سے متن کا ضعف لازم نہیں:

جب کسی حدیث کو ضعیف کہا جاتا ہے تو وہ اس ایک خاص سند کے لحاظ سے ہوتا ہے یہ ضروری نہیں کہ حدیث کا متن بھی ضعیف ہو جائے کیونکہ ایک حدیث کئی اسناد سے مروی ہوتی ہیں اگر ایک سند ضعیف ہے تو کیا ہوا کوئی دوسری سند ہوگی جس کی وجہ سے اس حدیث کا متن ثابت ہو جائے گا لیکن عمران ایوب صاحب نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ کسی حدیث کی ایک سند ضعیف ہو جائے تو سمجھو اس کی تمام اسناد ضعیف ہوگئیں اس کا متن کسی طرح ثابت ہی نہیں ہوسکتا لیکن یہ ان کا دھوکہ ہے جس کو میں ابھی ظاہر کر دیتا ہوں انشاءاللہ

شب براءت کی فضیلت

عن أبی موسی الاشعری رضی الله عنه قال: قال رسُولُ اللہِ ﷺ:إنَّ اللهَ تعالی لَیَطَّلِعُ فی لَیْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَیَغْفِرُ لِجَمِیْعُ لِخَلْقِهِ إلَّا لِمُشْرِكٍ أوْ مُشَاحِنٍ– وفی روایة أحمد– إلَّا لِاثْنَیْنِ مُشَاحِنٍ وَقَاتِلِ نَفْسٍ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ تعالی پندرھویں شعبان کی رات میں توجّہ کرم فرماتا ہے تو کافر یا کینہ والے کے سوا اپنی سب مخلوق کو بخش دیتا ہے ۔اور مسند احمد کی روایت ہے-کینہ ور اور قاتل نفس کے سوا سب کو بخش دیتا ہے۔(ابن ماجہ حدیث ۱۳۹۰ کتاب إقامة الصلاة باب ماجاء فی لیلة النصف من شعبان، مشکوۃ حدیث : ۱۳۰۶ کتاب الصلاۃ باب قیام شہر رمضان ، احمد حدیث(۶۶۰۴)

عمران صاحب نے حدیث نمبر:۴۱ کے تحت یہ حدیث لکھی ہے اور کہا کہ البانی نے اس کو ابن ماجہ حدیث ۱۳۹۰ میں ضعیف کہا ہے لیکن اس بے بیچارے کو علم نہیں کہ البانی نے اسی حدیث کو سلسلہ احادیث الصحیحہ میں نمبر:۱۱۴۴ میں درج کیا ہے یعنی یہ حدیث حسن یا صحیح کے درجہ میں ہے۔

یہ حدیث حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے:اس حدیث کے متعلق غیر مقلدین کے محدث البانی صاحب لکھتے ہیں ﴿لکن الحدیث قوی عندی لشواهده﴾ اس حدیث کے شواہد ہیں اور یہ میرے نزدیک قوی ہے اور میں نے اس حدیث کو نسیب الرفاعی کے رسالہ'' ہذہ اللیلۃ،، کے حاشیہ میں ذکر کیا ہے دیکھو مشکاۃ تحقیق البانی حدیث(۱۳۰۶)

اس حدیث کو امام منذری نے ترغیب وترہیب میں نقل کیا حدیث(۱۵۱۷)

حافظ الحدیث الہیثمی نے مجمع الزائد میں نقل کیا اور فرمایا اس کو طبرانی نے کبیر اور اوسط میں روایت کیا ورجالهما ثقات اس کے راوی ثقہ ہیں۔(۸/۶۵)

حافظ الحدیث الہیثمی نے مجمع الزائد میں نقل کیا اور فرمایا اس کو بزار نے روایت کیا اس میں ہشام بن عبدالرحمٰن ہے میں اُسے نہیں جانتا وبقیة ورجالہ ثقات اس کے باقی راوی ثقہ ہیں۔(۸/۶۵) تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی میں مبارک پوری غیر مقلد نے منذری سے نقل کیا أنَّ اسنادَه لابأس به اس کی اسناد میں کوئی حرج نہیں۔مبارک پوری نے کہا فهذه الاحادیث بمجموعها حجة علی من زعم أنه لم یثبت فی فضل لیلة النصف من شعبان شیء یہ تمام احادیث اپنے مجموعہ کے ساتھ اُن لوگوں پر حجت ہیں جو کہتے ہیں شعبان کی پندرھویں رات کی فضیلت میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔اب ایک ہی حدیث کو البانی صاحب ضعیف بھی کہہ رہے ہیں اور صحیح بھی وجہ کیا ہے وجہ یہ ہے کہ حدیث کی سند بدل گئی یا دو ضعیف سندیں مل کر حدیث قوی ہوگئی تو ثابت ہوکہ سند کے ضعف سے متن حدیث کا ضعف لازم نہیں۔

غیر مقلدین کا انتہاء پسند متعصب محدث البانی

کسی حدیث کو ضعیف کہنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کی سند دیکھی جائے جب تک اس کی سند معلوم نہ ہو راویوں کے نام اور حالات معلوم نہ ہو اس حدیث پر کوئی حکم نہیں لگایا جاسکتا لیکن کتنے افسوس کی بات ہے کہ اس ناصرالدین البانی نے حدیث رسول کے ساتھ اپنے بغض کا اظہار اس طرح کیا کہ بغیر سند دیکھے محض اپنے گمان فاسد سے حدیث رسول ﷺ کو ضعیف قرار دے کر اپنے منکر حدیث ہونے کا ثبوت فراہم کردیا اب ہمارے لئے البانی قابل اعتبار نہیں رہا کیونکہ اس نے اپنی مرضی سے حدیث کو ضعیف قرار دیکر امانت ودیانت کا خون کردیا ہے۔ثبوت ملاحظہ ہو عمران ایوب لاہوری صاحب اپنی کتاب ''۴۰۰ ضعیف احادیث،، میں حدیث نمبر ۴۱ کے تحت یہ حدیث لکھی ہے

عن عائشة رضی الله عنها عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ:((هَلْ تَدْرِیْنَ مَا فِی هَذِهِ اللَّیْلَةَ))– یعنی لَیْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ – قالتْ : وما فِیهَا یارسولَ اللهِ؟ فَقَالَ:((فِیْهَا أنْ یُکْتَبَ کُلُّ مَوْلُوْدٍ مِنْ بَنِی آدَمَ فی هَذِهِ السَّنَةَ، و فِیْهَا أنْ یُکْتَبَ کُلُّ هَالِكٍ مِنْ بَنِی آدَمَ فی هَذِهِ السَّنَةَ،

وفیھا تُرْفَعُ أعْمَالُهُمْ وفِيْهَا تُنْزَلُ اَرْزَاقُهُمْ)) . ((مشکوۃ حدیث:(۱۳۰۵) کتاب الصلاۃ باب قیام شہر رمضان، بیہقی فی الدعوات الکبیر غنیۃ الطالبین مترجم ص(۳۷٦) عمران صاحب لکھتے ہیں اس روایت کے متعلق شیخ البانی فرماتے ہیں مجھے اس حدیث کی سند کا علم نہیں ہو سکا البتہ اس کے متعلق میرا غالب گمان یہی ہے کہ یہ ضعیف ہے۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

اس انتہا پسندی کے بعد البانی صاحب غیر مقلدین کے نزدیک حجت ہونگے ہمارے لئے وہ نا قابل اعتبار ہیں۔ مزید یہ کہ نام نہاد محدث صاحب اولیاء کرام کا گستاخ بھی ہے اسی لئے اس بدزبان نے امام اعظم امام ابوحنیفہ کے متعلق لکھا کہ وہ حدیث میں ضعیف تھے۔(لاحول ولا قوۃ الاباللہ) محدثین اور ائمہ اربعہ جن کو حدیث میں امیر المومنین فی الحدیث تسلیم کرتے ہیں۔ان کی یہ گستاخی اور توہین کرنا وہابیوں کی پہچان ہے۔

امام المسلمین: امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ جب روضہ رسول ﷺ پر حاضر ہوئے اور عرض کی **السلام علیک یاسید المرسلین** تو روضہ رسول ﷺ سے آواز آئی **وعلیک السلام یا امام المسلمین** (تذکرۃ الاولیاء) سچی حکایات(۳۶۰/۲)از علامہ ابوالنور محمد بشیر صاحب))

جب رسول اللہ ﷺ نے آپ کو امام المسلمین فرمادیا ہے تو کس کو انکار کی مجال ہے

مقدس بوڑھا: حضرت شیخ بوعلی بن عثمان جلالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ملک شام میں تھا کہ ایک روز میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے مزار شریف پر سو گیا۔ میں نے خواب نے دیکھا کہ میں مکے شریف میں ہوں اور حضور ﷺ باب بنی شیبہ سے تشریف لا رہے ہیں اور آپ ایک بوڑھے شخص کو بڑی شفقت سے اپنی گود مبارک میں لیے ہوئے اور اپنے سہارے چلا رہے ہیں۔ میں نے دوڑ کر حضور ﷺ کے مبارک قدموں کو بوسہ دیا اور میرے دل میں یہ سوال اٹھ رہا تھا کہ یہ بوڑھے کون ہیں جنہیں حضور اتنی شفقت سے اپنی گود میں سنبھالے اور اپنے سہارے چلا رہے ہیں۔حضور ﷺ نے میرے اس سوال کو جان لیا اور فرمایا یہ مسلمانوں کا امام ابوحنیفہ ہے۔(تذکرۃ الاولیاء) سچی حکایات(۳٦۱/۲)از علامہ ابوالنور محمد بشیر صاحب)) تمام مسلمانوں نے آپ کو امام تسلیم کیا علماء نے آپ کی شان میں کتابیں لکھیں بلکہ تمام آئمہ اربعہ نے ان کی شان کے قصیدے پڑھے ہیں۔

ربیع کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رضی اللہ عنہ(م۲۰۴ھ) کو کہتے سنا(مَنْ اَرَادَ الْفِقْهَ فَلْيَلْزَمْ اَبَا حَنِيْفَةَ واصحابه فان اَلنَّاسَ كُلَّهُمْ عِيَالٌ عَلَيهِ فِي الْفِقْهِ) تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ کے عیال ہیں میں نے ابوحنیفہ سے بڑھ کر کوئی فقیہہ نہیں دیکھا جو فقہ کی معرفت چاہتا ہے اس کے لیے ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے بغیر چارہ نہیں۔(تاریخ بغداد ج۱۳ص۳۴٦) تبیض الصحیفہ للسیوطی ص(۱۱۲)

امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ(م۱۷۹ھ) نے حضرت مام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا،،سبحان اللہ میں نے ان جیسا آدمی نہیں دیکھا،، نیز فرمایا ،،اگر وہ اس ستون کے بارے میں دعوی کریں کہ سونے کا ہے تو اسے دلیل سے ثابت کردیں گے۔(الخیرات الحسان)

امام احمد بن محمد بن حنبل رضی اللہ عنہ(م۲۴۱) نے فرمایا:

سبحان اللہ وہ علم، ورع زہد اور ایثار آخرت میں ایسے مقام پر فائز تھے جس پر کوئی نہیں پہنچ سکتا(مناقب ذہبی)

یہی البانی اپنی کتاب،،البجنائز،، میں لکھتا ہے کہ گنبد خضرا گرانے کے قابل ہے۔(نعوذ باللہ)

وہ حبیب پیارا تو عمر کرے فیض وجود ہی سر بسر

ارے تپ سقر تیرے دل میں کس سے بخار ہے

حدیث کو ضعیف کہنے والوں کے لئے لمحہ فکریہ:

حدیث شریف میں بدھ کے دن ناخن تراشنا منع ہے اور برص(کوڑھ سفید داغ) کا مرض لاحق ہو سکتا ہے بعض علماء نے کتروائے کسی نے بر بنائے حدیث منع کیا تو انہوں نے کہا کہ حدیث صحیح نہیں فوراً اس بیماری میں مبتلا ہو گئے خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور اپنے حال کی شکایت

کی تو حضور ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے نہ سنا تھا کہ ہم نے اس سے نہی فرمائی ہے عرض کی میرے نزدیک یہ حدیث صحت کو نہ پہنچی تھی ارشاد ہوا تمہیں اتنا کافی نہ تھا کہ یہ حدیث ہمارے نام پاک سے تمہارے کانوں تک پہنچی یہ فرما کر حضور ﷺ نے اپنا دستِ اقدس کہ پناہِ دو جہاں ودستگیر بے کساں ہے ان کے بدن پر لگا دیا فوراً اچھے ہو گئے انہوں نے اسی وقت توبہ کی کہ اب کبھی حدیث کی مخالفت نہ کرونگا۔(نسیم الریاض شرح شفا القسم الاول الباب الثانی الفصل الرابع نظافۃ جسمہ ﷺ) منیر العین ص ۲۷ از اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ) یہ حدیث ان لوگوں کے لمحۂ فکریہ ہے جو فضائلِ اعمال یا عظمت مصطفیٰ ﷺ کی حدیثوں کو ضعیف کہہ کر حدیث کا انکار کر دیتے ہیں۔ کہیں وہ کوڑھ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

حدیث مقبول کی چار اقسام ہیں: (۱) صحیح لذاتہ (۲) صحیح لغیرہ (۳) حسن لذاتہ (۴) حسن لغیرہ

(۱) صحیح لذاتہ: لغت میں صحیح تندرست یعنی بیمار کی ضد کو کہتے ہیں اور اس کا اصطلاحی معنی حسب ذیل ہے شارح مسلم علامہ نووی محدث صحیح لذاتہ کی یہ تعریف کی ہے ﴿ هُوَ مَا اتَّصَلَ سَنَدُهُ بِالْعُدُوْلِ الضَّابِطِيْنَ مِنْ غَيْرِ شُذُوْذٍ وَلا عِلَّةٍ ﴾ جس حدیث کی سند متصل ہو اوراس کے راوی عادل اور تام الضبط ہوں اور وہ حدیث شاذ اور معلل نہ ہو۔(تقریب الراوی مع التدریب)

اتصال السند: (سند کا ملا ہوا ہونا) اس کا معنی ہے حدیث کے ہر راوی نے اس حدیث کو اپنے شیخ بلا واسطہ حاصل کیا ہو اور ابتداء سے انتہاء تک درمیان میں کوئی راوی چھوٹا ہوا نہ ہو۔

عدالتِ رواۃ: (راوی کا عادل ہونا)

حدیث کا ہر راوی مسلم بالغ عاقل، صادق صالح غیر مبتدع اور غیر فاسق ہو۔

ضبط رواۃ: (راوی کا حافظہ مضبوط ہو) حدیث کے ہر راوی کو کامل ضبط صدر یا کامل ضبط کتاب حاصل ہو، جس وقت وہ حدیث کو سنے یا حدیث کو بیان کرے تو اس میں تساہل یا غفلت نہ کرے۔

عدم شذوذ: یعنی اس کی روایت شاذ نہ ہو، اور شذوذ یہ ہے کہ ثقہ راوی اپنے سے ثقہ راوی کی مخالفت کرے، مثلاً ثقہ کی حدیث میں اوثق کی حدیث سے کوئی لفظ زیادہ ہو تو اس زیادتی کو شاذ کہیں گے اور اس کی روایت بھی شاذ کہلائے گی۔

(۲) صحیح لغیرہ اگر حدیث صحیح لذاتہ کی صفات میں سے ضبط روایت میں کچھ کمی ہو لیکن اس کی کمی کی تلافی تعدد اسانید سے ہو جائے تو پھر اس کو صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔

(۳) حسن لذاتہ حسن کا لغوی معنی ہے جمال اور اصطلاحی تعریف یہ ہے: شارح بخاری امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: اگر حدیث صحیح کی تمام شرائط پائی جائیں صرف راوی کے ضبط (حفظ) میں کمی ہو تو وہ حدیث حسن لذاتہ ہے (شرح نخبۃ الفکر)

(۴) حسن لغیرہ: حدیث حسن لغیرہ دراصل حدیث ضعیف ہے جب وہ حدیث متعدد سندوں سے مروی ہو۔ شارح بخاری امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: حدیث حسن لغیرہ وہ حدیث ہے جس کا حسن تقویت کی وجہ سے ہو مثلاً مستور الحال کی حدیث جب اس کی متعدد اسانید ہوں۔ معلوم ہوا کہ ضعیف حدیث موضوع یا خود ساختہ حدیث نہیں ہوتی بلکہ یہ تعدد طرق سے حسن لغیرہ بھی بن جاتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر حدیث صحیح کی صفات میں سے صرف راوی کے ضبط (حفظ) میں کمی ہو اور اس کی کمی کی تلافی تعدد طرق روایت سے ہو جائے یعنی اس حدیث کو ایک اور سند سے روایت کیا جائے تو وہ حدیث صحیح لغیرہ ہے اور اگر تعدد طرق روایت سے اس کی کمی کی تلافی نہ ہو تو وہ حدیث حسن لذاتہ ہے اور اگر راوی میں ضبط کے علاوہ عدالت (متقی پرہیز گار رہنا) میں بھی کمی ہو اور اس کی تلافی تعدد اسانید سے ہو جائے تو یہ حدیث حسن لغیرہ ہے، اور اگر یہ کمی تعدد اسانید سے دور نہ ہو تو پھر یہ حدیث ضعیف ہے۔

حدیث لایصح کا مطلب کیا ہے؟

کسی محدث نے انگوٹھے چومنے والی حدیث کوموضوع نہیں کہا صرف لا یصح کہا ہے اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ یہ حدیث من گھڑت ہے۔علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں لا یلزم من کون الحدیث لم یصح ان یکون موضوعا حدیث کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں ہوتا۔(القول المسدد فی الذب عن المسند احمد) علامہ سمہودی فرماتے ہیں: کبھی حدیث صحیح نہیں ہوتی اور باوجود اس کے وہ قابل حجت ہوتی ہے، اس لئے کہ حسن کا رتبہ صحیح وضعیف کے درمیان ہے۔(جواہر العقدین)

تفصیل کیلئے دیکھیں منیر العنین فی حکم تقبیل الابہامین مولانا احمد رضا خاں رحمہ اللہ ص27-21

امام ترمذی بعض دفعہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے یا ضعیف ہے لیکن اس پر اہل علم کا عمل ہے اگر ضعیف حدیث موضوع (من گھڑت) کی طرح ہوتی تو اس پر عمل جائز نہ ہوتا اور نہ امام ترمذی اس کو اپنی کتاب میں درج کرتے۔اگر کوئی محدث ایک حدیث کو موضوع بھی کہہ دے تو اس کے کہنے سے وہ حدیث موضوع نہیں بن جاتی جب تک اکثر محدثین اس کے موضوع ہونے پر اتفاق نہ کرلیں۔جیسا کہ مشکوۃ المصابیح کی ابتداء میں حافظ ابن حجر عسقلانی سے ایک فتوٰی درج کیا گیا ہے۔کہ آپ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں کہ امام ابوحفص عمر بن علی القزوینی نے مشکوۃ کی اٹھارہ حدیثوں کو موضوع قرار دیا ہے۔تو علامہ ابن حجر نے اپنی تحقیق سے ثابت کردیا کہ ان میں سے ایک بھی حدیث موضوع نہیں ہے بلکہ ان میں سے بعض ضعیف ہیں، بعض حسن ہیں اور بعض صحیح ہیں۔معلوم ہوا کہ بعض محدثین صحیح حدیث کو بھی موضوع کہہ دیتے ہیں تو اگر کوئی انگوٹھے چومنے والی حدیث کو موضوع کہہ دے تو اس کے کہنے سے وہ حدیث موضوع نہ ہوجائے۔

فضائل اعمال میں حدیث ضعیف باتفاق فقہاء اور محدثین قابل عمل ہے:

عمران ایوب صاحب لکھتے ہیں: ''کبار محقق علماء ومحدثین کا موقف یہ ہے کہ ضعیف حدیث پر نہ تو احکام میں عمل جائز ہے اور نہ ہی فضائل اعمال میں،، یہ بات واقع کے خلاف ہے اور سفید جھوٹ ہے وہابی علماء اور چند متشدد علماء کے سواء پوری امت اس بات پر متفق ہے کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بھی قابل عمل ہے۔اور دوسری بات یہ ہے یہ لوگ فقہاء کرام کی تقلید کو شرک کہتے ہیں لیکن محدثین کی اندھی تقلید کرتے ہیں۔مثلا فلاں محدث نے اس حدیث کو ضعیف کہہ دیا لہذا یہ ضعیف ہے فقہاء کرام کے متعلق ان کا نظریہ یہ ہے کہ فقہاء غلطی سے معصوم نہیں لہذا ان کی تقلید نہیں ہے تو ان کا محدثین کرام کی اندھی تقلید کرنے سے ثابت ہوتا ہے ان لوگوں نے محدثین کو معصوم قرار دے دیا ہے اگر انہوں نے محدثین کی تقلید کرنی ہے تو ہمیں فقہاء کرام کی تقلید کی وجہ سے مشرک کس لئے کہتے ہیں اور اگر وہ محدثین کی تقلید کرنے کے باوجود اہل حدیث کہلا سکتے ہیں حالانکہ محدثین کا قول قرآن وحدیث نہیں تو ہم فقہاء کی تقلید کی وجہ سے بدعتی کیسے ہوگئے؟ اگر تقلید کی وجہ سے ہم مشرک اور بدعتی ہیں تو وہ بھی محدثین کی اندھی تقلید کرکے مشرک ہوگئے۔جو تمہارا جواب وہی ہمارا جواب۔

عمران ایوب صاحب لکھتے ہیں: ناصر الدین البانی فرماتے ہیں: ضعیف حدیث پر عمل کی مشروعیت کا اثبات جائز نہیں کیونکہ مشروعیت کا قلیل درجہ استحباب ہوتا ہے جو احکام خمسہ میں سے ایک حکم ہے اور کوئی حکم شرعی کسی صحیح دلیل کے بغیر ثابت نہیں ہوتا۔

جواب: بالکل درست کوئی حکم شرعی کسی صحیح دلیل کے بغیر ثابت نہیں ہوتا۔اب جو آپ نے کہا ہے ''ضعیف حدیث پر نہ تو احکام میں عمل جائز ہے اور نہ ہی فضائل اعمال میں،، اسی طرز پر میں کہتا ہوں کسی بات کے متعلق ناجائز ہونے کا حکم دینا یہ بھی احکام خمسہ میں سے ایک حکم ہے اور کوئی حکم شرعی کسی صحیح دلیل کے بغیر ثابت نہیں ہوتا لہذا قرآن وحدیث سے دلیل دی جائے کہ ضعیف حدیث پر عمل ناجائز ہے۔نام نہاد محدث صاحب کو یہ اصول بھی معلوم نہیں کہ کسی عمل کے جواز کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں کیونکہ ہر چیز اصل میں مباح (جائز) ہے اس کا منع نہ ہونا ہی اس کے جواز کی دلیل ہے۔لیکن کسی کام کے ناجائز ہونے کے لئے دلیل کی ضرورت ہے اور یہ دلیل غیر مقلدین تقلید کے منکر قیامت تک پیش نہیں کرسکتے وہابیوں کے علاوہ اگر کسی محدث نے کہا ہے کہ فضائل میں ضعیف حدیث پر عمل ناجائز ہے تو اس کا یہ قول بلا دلیل ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

ضعیف حدیث پر کس وقت عمل درست نہیں: ہاں ضعیف حدیث پراس وقت عمل نہیں کیا جائے گا جب اس کے مقابلہ میں کوئی حدیث صحیح یا حسن موجود ہو مثلاً اگر فجر کی سنتیں ادا کیئے بغیر کوئی آدمی جماعت میں شامل ہو گیا ہے تو اب اس کو سورج طلوع ہونے سے پہلے سنتیں ادا نہیں کرنا چاہئے حالانکہ اس کے متعلق ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے فجر کے بعد سنتیں ادا کیں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: فجر کی دو رکعتیں ہیں تو اس نے کہا سنتیں نہیں پڑھیں تھیں ان کو اب پڑھ رہا ہوں تو نبی کریم ﷺ خاموش ہو گئے۔ (ابوداود، ترمذی، مشکوۃ حدیث:۱۰۴۴) یہ حدیث ضعیف ہے اس پر عمل جائز ہونا چاہئے لیکن چونکہ اس کے مقابلہ میں صحیح حدیث موجود ہے کہ صبح کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں یہاں تک کہ سورج بلند ہو جائے۔ (بخاری ۵۸۶ مشکوۃ ۱۰۴۱ کتاب الصلاۃ باب اوقات النہی) اب ضعیف نہیں بلکہ صحیح حدیث پر عمل کیا جائے گا اگر یہ صحیح حدیث نہ ہوتی تو فجر کے بعد سنتیں ادا کرنا درست ہوتا اگر چہ وہ حدیث ضعیف ہے۔

جب کسی مسئلہ میں صرف حدیث ضعیف میسر ہو تو اس سے استدلال کی حقیقت: علامہ سخاوی لکھتے ہیں: جب کسی باب میں حدیث ضعیف کے علاوہ اور کوئی حدیث نہ ہو تو امام اسحاق نے حدیث ضعیف سے استدلال کیا ہے، امام ابوداود نے بھی اس کی اتباع کی ہے اور ان دونوں نے اس کو رائے اور قیاس پر مقدم رکھا ہے اور امام ابوحنیفہ سے بھی اسی طرح منقول ہے اور امام شافعی کو جب کسی مسئلہ میں حدیث مرسل کے علاوہ کوئی اور حدیث نہ ملے تو وہ حدیث مرسل سے استدلال کرتے ہیں۔

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ صرف امام اسحاق اور امام ابوداود کی بات نہیں ہے بلکہ جب کسی مسئلہ میں حدیث صحیح نہ ملے تو امام بخاری اور ترمذی بھی حدیث ضعیف سے استدلال کرتے ہیں امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے وصیت سے پہلے قرض ادا کرنے کا فیصلہ کیا۔ (بخاری ج ۱ ص ۳۸۴)

حافظ ابن حجر عسقلانی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: یہ اس پوری حدیث کا ایک جملہ ہے جس کو امام احمد اور امام ترمذی نے از حارث اعور از حضرت علی روایت کیا ہے امام احمد کے الفاظ یہ ہیں: سیدنا محمد ﷺ نے فیصلہ کیا کہ قرض وصیت سے پہلے ادا کیا جائے اور تم قرآن مجید میں ''وصیت کو قرض سے پہلے،، پڑھتے ہو، اس حدیث کی سند ضعیف ہے لیکن امام ترمذی نے کہا اس حدیث پر اہل علم کا عمل ہے اور امام بخاری نے بھی اسی پر اعتماد کیا ہے کیونکہ اس حدیث کو اس امر سے تقویت ہے کہ اس کے مقتضی پر سب کا اتفاق ہے، ورنہ امام بخاری کی یہ عادت نہیں کہ وہ مقام استدلال میں کسی ضعیف حدیث کو وارد کریں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۷۷) (شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۹) امام بخاری نے اس ضعیف حدیث کو اپنی کتاب میں اس لئے درج کیا کہ ان کو اس مسئلہ میں صحیح حدیث نہیں ملی۔ (شرح مسلم ج ۱/۱۶۹)

امام بخاری و محدثین کی گستاخی: اب ضعیف حدیث پر عمل یا اس سے استدلال کرنے کو ناجائز کہنے والے بتائیں کیا محدثین بشمول امام بخاری نے ناجائز کام کیا کیا امام بخاری نے تمہارے بقول رسول اللہ ﷺ پر افتراء باندھا ایسا ہر گز نہیں ہے بلکہ تم ہی جھوٹے ہو تمہارا نظریہ تمام محدثین کے خلاف ہے لہذا اپنے آپ کو اہل حدیث کہلانا چھوڑ دو امام بخاری کا نام لینا چھوڑ دو یا امام بخاری اور محدثین کا طریقہ اختیار کرو۔

حدیث ضعیف پر عمل کرنے کی تحقیق: عمران ایوب صاحب لکھتے ہیں:

اگر ضعیف حدیث کو اس کا ضعف بیان کیے بغیر ہی آگے نقل کر دیا گیا تو یہ رسول اللہ ﷺ پر افتراء ہو گا اور لوگوں کو گمراہ کرنے کا ذریعہ (۱۰۰ ضعیف حدیث) بیچارے یتیم فی العلم کو اتنا علم ہی نہیں کہ یہ حکم موضوع (من گھڑت) حدیث کا ہے ضعیف کا نہیں اگر یہ حکم ضعیف کا ہو تو پھر محدثین، فقہاء گمراہ اور دھوکہ باز ٹھہریں گے اور ان کی جمع کردہ تمام احادیث پر عمل کرنا ناجائز ہو گا اور وہ رسول اللہ ﷺ پر افتراء (جھوٹ) باندھنے والے ہوں گے (نعوذ باللہ) اور یہ ان کی بڑی گستاخی ہے اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ وہابی واقعی اولیاء کرام کے گستاخ ہیں۔ اور اب دیکھتے ہیں کس کس امام نے حدیث کا ضعف بیان کئے بغیر اس کو بیان کرنے کی اجازت دی ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ: علامہ خطیب بغدادی لکھتے ہیں: بے شمار علماء سلف سے مروی ہے کہ جو حدیث حلال اور حرام کرنے سے متعلق ہوں ان میں صرف ان لوگوں کی روایت جائز ہے جو تہمت سے بری ہوں اور بدگمانی سے دور ہوں اور جو احادیث ترغیب اور مواعظ سے متعلق ہوں ان کو تمام مشائخ سے لکھنا جائز ہے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے تھے کہ جب ہم حلال، حرام، سنن اور احکام میں رسول اللہ ﷺ کی احادیث روایت کرتے ہیں تو اسانید میں سخت قیود لگاتے ہیں اور جب ہم فضائل اعمال میں نبی ﷺ کی ایسی احادیث روایت کرتے ہیں جن سے کوئی حکم لاگو ہوتا ہے نہ ساقط ہوتا ہے تو پھر ہم اسانید میں تساہل (نرمی) کرتے ہیں۔

ابوزکریا عنبری کا نظریہ:

ابوزکریا عنبری نے کہا جب کسی چیز کو حلال یا حرام کرنے یا اور کسی حکم کے متعلق حدیث وارد نہ ہو اور ترغیب (شوق دلانا) یا ترہیب (ڈرانا) یا تشدید (سختی) یا ترخیص (رخصت) ہو تو اس سے اغماض (چشم پوشی) کرنا اور اس کے راویوں کے احوال سے تساہل (نرمی) کرنا واجب ہے۔ (یا جائز ہے)۔ (الکفایہ فی علم الروایہ ص ۱۳۴)

ابن صلاح کا نظریہ: حافظ ابوعمرو بن صلاح لکھتے ہیں:

محدثین وغیرہم (یعنی فقہاء) کے نزدیک موضوع حدیث کے علاوہ احادیث ضعیفہ کو بیان ضعف کے روایات کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ احادیث اللہ تعالیٰ کی صفات اور حلال وحرام اور دیگر احکام شریعت سے متعلق نہ ہوں، مثلاً مواعظ، قصص، فضائل اعمال اور ترغیب وترہیب کے دیگر فنون سے متعلق ہوں، جن کا احکام اور عقائد سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، اور جن ائمہ نے اس میں تساہل کی تصریح کی ہے ان میں عبدالرحمٰن مہدی اور امام احمد بن حنبل ہیں۔ (علوم الحدیث ص ۹۳)

شارح مسلم امام نووی، حافظ ابن کثیر، امام عبداللہ بن مبارک اور حافظ زین الدین عراقی کا نظریہ

علامہ سخاوی فرماتے ہیں: شیخ الاسلام ابوزکریا امام نووی نے کتاب الاذکار میں فرمایا ہے:

قال العلماء من المحدثين والفقهاء وغيرهم يجوز ويستحب العمل في الفضائل والترغيب والترهيب بالحديث الضعيف مالم يكن موضوعا وأما الأحكام كالحلال والحرام والبيع والنكاح والطلاق وغير ذلك فلا يعمل فيها إلا بالحديث الصحيح أوالحسن ۔ محدثین اور فقہاء نے فرمایا ہے فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جائز اور مستحب ہے جب تک کہ وہ حدیث موضوع نہ ہو لیکن احکام یعنی حلال وحرام، بیع وشراء، نکاح وطلاق وغیرہ میں ضعیف احادیث پر عمل نہیں کیا جائے گا ان میں صرف حسن اور صحیح پر عمل کیا جائے گا۔ (القول البديع ص 363)

علامہ یحیٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: محدثین وغیرہم کے نزدیک موضوع حدیث کے علاوہ حدیث ضعیف کی سند میں روایت کرتے وقت تساہل (نرمی) کرنا جائز ہے اور اس پر عمل کرنا بھی جائز ہے بشرطیکہ اس حدیث کا تعلق اللہ تعالیٰ کی صفات اور احکام شرعیہ مثلاً حلال حرام نہ ہو اور اس حدیث کا عقائد اور احکام سے کوئی تعلق نہ ہو۔ (تقریب النواوی مع تدریب الراوی ۱/ ۲۹۸)

یہی بات حافظ ابن کثیر نے "اختصار علوم الحدیث ص: ۷۵،، پر لکھی ہے یہی بات حافظ زین الدین عراقی نے "التبصرہ والتذکرہ ۱/ ۲۹۱،، پر لکھی ہے اور کہا کہ امام عبدالرحمٰن بن مہدی امام احمد بن حنبل اور امام عبداللہ بن مبارک نے اسی بات کی تصریح کی ہے۔

حافظ ابن عبدالبر کا نظریہ: علامہ سخاوی لکھتے ہیں: حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ فضائل میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز ہے اور علامہ نووی نے کہا ہے کہ احتیاط کے مواضع میں بھی حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز ہے، مثلاً بیع یا نکاح سے متعلق کسی معاملہ میں حدیث ضعیف السند سے کراہت ثابت ہو تو اس سے بچنا مستحب ہے لیکن واجب نہیں ہے۔ (فتح المغیث ۱/ ۳۳۴) (شرح مسلم سعیدی ۱/ ۱۵۹-۱۶۱)

اب بتایا جائے کیا یہ سارے محدثین جاہل تھے جنہوں ضعیف حدیث کو اس کا ضعف بیان کیے بغیر ہی آگے نقل کر دیئے اور اس پر عمل کی اجازت دی کیا یہ محدثین گمراہ اور دھوکہ باز تھے (نعوذ باللہ) محدثین پر کتنا بڑا الزام اور ان کی گستاخی ہے ان محدثین کی توہین کرنا یہ وہابیوں کی پہچان اور ان کا خاصہ ہے۔

تعدد اسانید سے حدیث ضعیف کی تقویت کی تحقیق

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں: جس ضعیف حدیث میں راوی کے فسق کی وجہ سے ضعف ہو وہ تعدد اسانید کی وجہ سے لائق استدلال نہیں بنتی اور اگر راوی میں فسق نہ ہو بلکہ وہ صادق اور عادل ہو لیکن اس کے حفظ میں خرابی ہو تو اس کی حدیث تعدد اسانید کی بناء پر لائق استدلال ہو جاتی ہے۔ (التحریر مع التقریر ۲/۹۴۴۹)

تمام مستند اصول حدیث کی کتابوں میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ جب حدیث ضعیف متعدد اسانید سے مروی ہو تو وہ حسن لغیرہ ہو جاتی ہے۔ اور اس سے احکام میں بھی استدلال درست ہوتا ہے۔

مجتہد کے استدلال سے حدیث ضعیف کی تقویت: علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: اِنَّ الْمُجْتَهِدَ اِذَا اسْتَدَلَّ بحديث كان تصحيحا له كما في التحرير وغيره مجتہد جب کسی حدیث سے استدلال کرے تو اس کا استدلال بھی حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے جس طرح "تحریر"، میں امام ابن ہمام نے تحقیق فرمائی ہے۔ (ردالمحتار ۴/۱)

امام عبدالوہاب شعرانی شافعی لکھتے ہیں: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام ابوحنیفہ کے دلائل میں سے کوئی حدیث ضعیف ہے تو یہ ضعف امام اعظم کی سند میں ان نیچے کے راویوں کی وجہ سے ہے جنہوں نے امام اعظم کی موت کے بعد اس حدیث کو روایت کیا ہے اور ہمیں اس حدیث کی صحت کے لئے یہی کافی ہے کہ امام مجتہد نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ (میزان الشریعۃ الکبری ۱/۶۵)

اہل علم کے عمل کی وجہ سے حدیث ضعیف کی تقویت

ملا علی قاری لکھتے ہیں: امام ترمذی نے یہ حدیث روایت کی: حضرت علی اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ك اذا اتى احدكم الصلاة والامام على حال فليصنع كما يصنع الامام جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھنے آئے تو امام جس حال میں ہو (یعنی رکوع میں ہو یا سجود میں) تو اسی طرح کرے جس طرح امام کر رہا ہے۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے اس سند کے علاوہ یہ کسی اور سند سے مسندا مروی نہیں ہے، اور اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے۔

اس کے بعد ملا علی قاری لکھتے ہیں: قال النووی واسناده ضعيف نقله ميرك فكان الترمذى يريد تقوية الحديث بعمل اهل العلم علامہ نووی نے میرک سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور امام ترمذی اہل علم کے عمل سے اس حدیث کی تقویت کا ارادہ کر رہے ہیں۔ (مرقات شرح مشکوۃ ۲/۹۸)

کشف اور تجربہ سے حدیث کی تقویت: محدث کبیر مولانا علی قاری فرماتے ہیں:

قَالَ الشَّيْخُ مُحْيُ الدِّينِ ابن عربی بَلَغَنِی عَنِ النبیِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ قَالَ لاإِلٰهَ إِلا اللهُ سَبْعِيْنَ اَلْفًا غَفَرَاللهُ تعالىٰ لَهُ وَمَنْ قِيْلَ لَهُ غُفِرَلَهُ اَيْضًا فَكُنْتُ ذَكَرْتُ التَّهْلِيْلَةَ بِالْعَدَدِ الْمَرْوِيِّ مِنْ غَيْرِ اَنْ اَنْوِىَ لِاَحَدٍ بِالْخُصُوْصِ فَحَضَرْتُ طَعَامًا مَعَ بَعْضِ الأَصْحَابِ وَفِيْهِمْ شَابٌ مَشْهُوْرٌ بِالْكَشْفِ فَإِذَا هُوَ فِي أَثْنَاءِ الأَكْلِ أَظْهَرَ الْبُكَاءَ فَسَأَلْتُهُ عَنِ السَّبَبِ فَقَالَ أَرَى أُمِّي فِي الْعَذَابِ فَوَهَبْتُ فِي بَاطِنِي ثَوَابَ التَّهْلِيْلَةِ الْمَذْكُوْرِ لَهَا فَضَحِكَ وَقَالَ إِنِّي أَرَاهَا الآنَ فِي حُسْنِ الْمَآبِ فَقَالَ الشَّيْخُ فَعَرَفْتُ صِحَّةَ الْحَدِيْثِ بِصِحَّةِ كَشْفِهِ

وَصِحَّةَ كَشْفِهٖ بِصِحَّةِ الْحَدِيْثِ.

شیخ محی الدین ابن عربی نے کہا مجھے نبی کریم ﷺ سے یہ روایت پہنچی کہ جس شخص نے ستر ہزار مرتبہ لاالہ الا اللہ کہا اُس کی مغفرت کردی جائے گی اور جس کو اُس کا ثواب بخش دیا اُس کی بھی مغفرت کردی جائے گی میں نے ستر ہزار مرتبہ لاالہ الا اللہ پڑھ لیا اس میں کسی کے لئے خاص نیت نہ کی اپنے بعض دوستوں کے ساتھ ایک دعوت میں گیا اُن میں سے ایک نوجوان کے کشف کا شہرہ تھا (یعنی اُس کو قبروں کے حالات کا پتہ چل جاتا تھا) کھانا کھاتے کھاتے رونے لگا میں نے سبب پوچھا تو کہا اپنی ماں کو عذاب میں دیکھتا ہوں میں نے اپنے دل میں کلمہ کا ثواب اُس کی ماں کو بخش دیا فوراً وہ جوان ہنسنے لگا اور کہا اب میں اُسے اچھی جگہ دیکھتا ہوں امام ابن عربی فرماتے ہیں فَعَرَفْتُ صِحَّةَ الحدیثِ بصحةِ کَشْفِهٖ وصحةَ کشفِهٖ بصحةِ الحدیثِ میں نے حدیث کی صحت اس جوان کے کشف کی صحت سے جانی اور اس کے کشف کی صحت اس حدیث کی صحت سے جانی۔(مرقات باب ماعلی الماموم من المتابعۃ ج ۲ ص (۹۸-۹۹) مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، تفسیر تبیان القرآن ج ۱ ص ۶۵۲، منیر العین فی تقبیل الابہامین ص: ۵۱، تحذیر الناس ص: ۳۸ مصنفہ قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند)

ملا علی قاری اور شیخ محی الدین ابن عربی اور قاسم نانوتوی دیوبندی شیخ ابن عربی فرمارہے ہیں کہ ضعیف الاسناد حدیث تجربہ سے بھی قوی ہو جاتی ہے۔کیا یہ سب جاہل تھے؟

اہل علم کے اتفاق سے حدیث ضعیف کی تقویت: حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: جس حدیث کے مدلول پر علماء کا اتفاق ہو سو ایسی حدیث بھی مقبول ہے اور اس کے مقتضی پر عمل کرنا واجب ہے۔ائمہ اصول کی ایک جماعت نے اس کی تصریح کی ہے۔اس کی مثالوں میں سے امام شافعی کی یہ عبارت ہے: اور میں نے جو یہ کہا ہے کہ جب پانی کا ذائقہ، بو اور اس کا رنگ تبدیل ہوجائے......اس کے متعلق نبی ﷺ کی حدیث ایسی سند کے ساتھ مروی ہے جو محدثین کے نزدیک ثابت نہیں ہے، لیکن عام علماء کا یہی قول ہے میرے علم کے مطابق اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔اور ایک حدیث ہے" وارث کے لئے وصیت نہیں ہے،،اس کے متعلق امام شافعی نے کہا اہل علم کے نزدیک یہ حدیث ثابت نہیں ہے لیکن علماء نے اس حدیث کو قبول کیا ہے اور اس کے تقاضے پر عمل کیا ہے حتی کہ جس آیت میں وارث کے لئے وصیت کا ذکر ہے اس حدیث کو اس آیت کے لئے ناسخ قرار دیا ہے۔(النکت علی کتاب ابن صلاح ۱/۴۹۵)

امت کی تلقی بالقبول سے حدیث ضعیف کی تقویت:

جس حدیث کو امت نے قبول کرلیا ہو وہ بھی حجت ہے خواہ اس کی سند ضعیف ہو۔

علامہ سخاوی لکھتے ہیں: جب امت کسی حدیث ضعیف کو قبول کرلے تو صحیح مذہب کے مطابق اس پر عمل کیا جائے گا اور وہ حدیث بمنزلہ حدیث متواتر ہوگی اور اس سے کسی قطعی حکم کو منسوخ کردیا جائے گا جیسا کہ امام شافعی نے کہا: جس حدیث میں ہے" وارث کے لئے وصیت نہیں ہے،، یہ حدیث ائمہ حدیث کے نزدیک ثابت نہیں ہے لیکن اس حدیث پر سب نے عمل کیا ہے حتی کہ اس حدیث سے آیت وصیت کو منسوخ قرار دیا ہے۔ (فتح المغیث ۱/۳۳۳) تو قارئین محترم ثابت ہوگیا کہ یہ ان فتنہ پرور اور شر پسند لوگوں کا پراپوگنڈہ ہے کہ فضائل اعمال میں کسی ضعیف الاسناد پر عمل جائز نہیں اور لوگوں کو نیک اعمال سے روکنا کا ایک بہانہ ہے تو قارئین کرام محدثین اور فقہاء امت کا نظریہ آپ کے سامنے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا اب کوئی انشاءاللہ شک کا کانٹا چبھونے میں کامیاب نہیں ہوگا اس کے بعد(۱۰۰ صحیح احادیث) سے عقائد اہل سنت ثابت کروں گا وہ احادیث میں ان کے محدث ناصر البانی کی کتاب (سلسلہ احادیث الصحیحہ سے لکھوں گا)۔ انشاءاللہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا نعرہ

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم''

نباض ملت جناب علامہ مفتی ابوابراہیم صاحب (مدینہ شریف)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عقیدہ: مخلوق میں سے کسی کو مستحق عبادت سمجھ کر پکارنا سراسر شرک ہے۔ خواہ قریب سے پکارا جائے یا دور سے، زندہ کو پکارا جائے یا مردہ کو مدد کے لئے پکارا جائے یا محض شوق ومحبت سے ہر طرح شرک ہے۔

اور مخلوق کو بندہ ومخلوق سمجھ کر پکارا جائے تو ایسی پکار یقیناً جائز اور درست ہے خواہ قریب سے پکارا جائے یا دور سے، زندہ کو پکارا جائے یا مردہ کو مدد کے لئے پکارا جائے یا محض شوق ومحبت سے۔ ہر طرح درست ہے۔ مخلوق کو پکارنا جائز بلکہ اللہ کی سنت ہے اللہ تعالی نے فرمایا ﴿یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمنُوا﴾ اے ایمان والو۔ اللہ تعالی نے اپنے محبوب کو لفظ یَا کے ساتھ پکارا ہے فرمایا: (یَا ایھا النبی، یَا ایھا المزمل یَا ایھا المدثر)

قرآن وحدیث میں رسول اللہ ﷺ اور اولیاء کرام کو پکارنے کے بیشمار دلائل ہیں اور ممانعت پر ایک بھی دلیل نہیں جو لوگ ''یارسول اللہ،، کہنے سے روکتے ہیں ان کو چاہئے کہ قرآن کی ایک آیت یا حدیث یا صحابی یا تابعی کا قول پیش کریں جس میں لکھا ہو کہ یارسول اللہ کہنا شرک ہے ہم چھوڑ دینگے لیکن قیامت تک ایک بھی ایسی دلیل پیش نہیں کر سکتے۔

قاعدہ: (۱) جب غیر خدا کو پکارنے سے منع فرمایا جائے گا یا پکارنے والوں کی برائی بیان ہو تو اس پکارنے سے مراد معبود سمجھ کر پکارنا ہے یعنی پوجنا (۲) جہاں غیر خدا کو پکارنے کا حکم ہے یا اس پکارنے پر ناراضگی کا اظہار نہ ہو تو اس سے مراد بلانا یا پکارنا ہی ہوگا۔

نمبر ایک کی مثال: ﴿ وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ اور اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو۔ (سورۃ الجن: ۱۸) اس کا مطلب یہ نہیں کہ مسجد میں کسی کو آواز دینا اور پکارنا منع ہے ہم التحیات میں پڑھتے ہیں السلام علیك ایھا النبی اس میں حضور کو ندا اور پکارنا ہے۔ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسجد میں حضرت ساریہ کو پکارا۔ (مشکوۃ باب الکرامات) اس کے علاوہ بہت سے دلائل آگے آرہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ مسجد میں غیر خدا کی عبادت جرم ہے جیسا کہ کفار عرب خاص کعبہ میں بتوں کی پوجا کرتے تھے۔

نمبر ۲ کی مثال: ﴿اُدْعُوھُم لِاٰبَائِ ھِمْ﴾ پکارو انہیں ان کے باپوں کی نسبت سے (سورۃ الاحزاب: ۵)

نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوسعید بن المعلی کو مسجد میں پکارا تو وہ نماز سے فارغ ہو کر آئے اور عرض کیا یارسول اللہ! میں نماز پڑھ رہا تھا تو آپ ﷺ

نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: ﴿اِسْتَجِیْبُوا لِلّٰہِ وللرسول اذا دعاکم﴾ اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو جاؤ جب وہ تمہیں بلائیں۔(بخاری ۵۰۰۶ مشکوۃ ۲۱۱۸ کتاب فضائل القرآن) اگر مسجد میں کسی کو پکارنا منع ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس صحابی کو نہ پکارتے۔

جناب جبریل علیہ السلام نے مسجد میں رسول اللہ ﷺ کو پکارا اور کہا ﴿یا محمد اخبرنی عن الاسلام﴾ اے محمد ﷺ مجھے اسلام کے بارے میں خبر دیجئے۔(مسلم ۸ مشکوۃ حدیث ۲) حضرت ابو ہریرہ نے رسول اللہ کو مسجد میں مدد کے لئے پکارا اور کہا ﴿یارسولَ اللهِ اِنِّی اَسْمَعُ مِنْكَ حَدِیْثًا كَثِیْرًا اَنْسَاهُ قَالَ :اُبْسُطْ رِدَائَكَ فَبَسَطْتُهٗ فَغَرَفَ بِيَدَيْهِ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ ضُمَّهٗ فَضَمَمْتُهٗ فَمَا نَسِيْتُ شَيْئًا بَعْدَهٗ﴾ یارسول اللہ میں آپ سے بہت حدیثیں سنتا ہوں اور انہیں بھول جاتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا چادر بچھاؤ میں نے اسے بچھا دیا تو آپ نے دونوں ہاتھوں کو چلو کی طرح بنا کر اس میں کچھ ڈالا اور فرمایا اسے سمیٹ کر سینے سے لگا لو تو میں نے اسے سینے سے لگا لیا اور اس کے بعد کچھ نہیں بھولا۔(بخاری ۳ کتاب العلم ۴۱ باب حفظ العلم حدیث ۱۱۶)

اگر مسجد میں یارسول اللہ کہنا اور مدد کے لئے پکارنا منع ہوتا تو حضرت ابو ہریرہ کبھی نہ پکارتے۔

بعض لوگ کہتے ہیں دور سے سننا اللہ کی صفت ہے لہذا کسی کو دور سے یہ سمجھ کر پکارنا کہ وہ سن رہا ہے شرک ہے۔ میں کہتا ہوں دور سے سننا اللہ کی صفت نہیں ہے بندے کی صفت ہے کیونکہ اللہ تو شہ رگ سے بھی قریب ہے ﴿نحن اَقْرَبُ الیہ من حبل الو رید﴾ (سورۃ ق:۱۶) ﴿واذا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّی فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ﴾ اور اے محبوب جب تم سے میرے بندے میرے متعلق پوچھیں تو میں نزدیک ہوں۔(سورہ بقرہ:۱۸۶) جب دور سے سننا اس کی صفت ہی نہیں تو شرک کیسا؟ کسی کو دور نزدیک سے پکارنا شرک نہیں شرک یہ ہے کہ کسی کو خدا سمجھ کر پکارے جائے یا یہ سمجھا جائے کہ وہ خود بخود سنتا ہے اگر یہ عقیدہ ہو کہ وہ اللہ کی دی ہوئی سماعت سے سنتا ہے تو یہ شرک نہیں اگر یہ شرک ہوتا تو پھر قریب والے کو بھی پکارنا ناجائز ہوتا کیونکہ قریب سے سننا اللہ کی صفت ہے۔

بعض لوگوں نے کہا زندہ کو پکارنا جائز ہے اور مردہ کو یہ سمجھ کر پکارنا کہ وہ سن رہا شرک ہے۔ اگر یہی بات ہے تو پھر زندہ کو بھی پکارنا شرک ہوگا کیونکہ اللہ کی شان ﴿الحی القیوم﴾ ہے اور موت کے بعد سننا یہ صرف مخلوق کی صفت ہے اللہ کی صفت ہرگز نہیں کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو موت نہیں وہ تو زندگی اور موت کو پیدا کرنے والا ہے۔ جب موت کے بعد سننا اللہ کی صفت ہی نہیں تو شرک کیسے ہوگا؟ شرک ثابت کرنے کے لئے پہلے اللہ کی موت تسلیم کرنی پڑے گی اور یہ محال ہے جو موت کے بعد سننے اور پکارنے کو شرک کہتے ہیں ان کا اللہ کی صفت حیات پر ایمان نہیں۔ زندہ مردہ کی قید نہیں ہاں کسی کے متعلق یہ عقیدہ رکھ کر پکارنا شرک ہے کہ وہ خود بخود سنتا ہے لیکن ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ کے مقبول بندے اللہ کی دی طاقت سے سنتے ہیں اللہ کی تمام صفات غنی و بے نیاز ہو کر ہیں بندے کی تمام صفات اللہ کی عطا اور اس کے نیاز مند اور حاجت مند ہو کر ہیں۔

ہجرت کے موقع پر صحابہ نے یَا مُحَمَّدُ یَارَسُولَ اللهِ کا نعرہ لگایا:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث بیان کرتے ہیں اس حدیث پاک میں ہے:- فَصَعِدَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ فَوْقَ الْبُيُوْتِ وَتَفَرَّقَ الْغِلْمَانُ وَالْخَدَمُ فِی الطُّرُقِ يُنَادُوْنَ يَا مُحَمَّدُ يَارَسُوْلَ اللهِ ،يَا مُحَمَّدُ يَارَسُوْلَ اللهِ پھر مرد اور عورتیں اپنے مکانوں پر چڑھ گئے، اور لڑکے اور غلام راستے میں نعرے لگا رہے تھے یا محمد یارسول اللہ، یا محمد یارسول اللہ ﷺ (مسلم ۵۵ کتاب الزہد ۲۰ باب حدیث الہجرہ

حدیث نمبر ۵۳۲۹) ہمارا بھی وہی عقیدہ ہے جو صحابہ کرام کا ہے اور جو یَا مُحَمَّدُ یَارَسُولَ اللہِ کو شرک کہتا ہے ان کا فتویٰ سب سے پہلے صحابہ کرام پر لگے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے خود اپنے پکارنے کا حکم دیا:

عن عثمان بن حُنَیْفٍ قال: اِنَّ رَجُلًا ضَرِیْرَ الْبَصَرِ اَتَی النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ ادْعُ اللہَ اَنْ یُعَافِیَنِی فَقَالَ اِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ وَاِنْ شِئْتَ صَبَرْتَ فَھُوَ خَیْرٌ لَکَ فَقَالَ ادْعُہْ فَاَمَرَہٗ اَنْ یَتَوَضَّأَ فَیُحْسِنُ وُضُوءَہٗ وَیُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ وَیَدْعُوْا بِھٰذَا الدُّعَاءِ ﴿ اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْاَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِمُحَمَّدٍ نَبِی الرَّحْمَۃِ یا مُحَمَّدُ اِنِّی قَدْ تَوَجَّھْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّی فی حَاجَتِی ھٰذِہٖ لِتُقْضٰی اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ﴾ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا عرض کیا: حضور اللہ تعالی سے دعا کریں کہ وہ میری آنکھیں ٹھیک کردے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تو چاہے تو دعا کردوں اور اگر چاہے تو صبر کر یہ صبر تیرے لئے بہتر ہے، وہ بولا حضور رب سے دعا کردیں راوی کہتے ہیں تو حضور ﷺ نے اُسے حکم دیا کہ اچھی طرح وضو کرکے دو رکعات نماز پڑھے اور یہ دعا پڑھے ترجمہ: الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف رحمت والے نبی حضرت محمد ﷺ کے توسل سے متوجہ ہوتا ہوں یا محمد ﷺ میں آپ کے توسل سے اپنے رب کی طرف توجہ کرتا ہوں تاکہ وہ میری یہ حاجت پوری کردے الٰہی میرے بارے میں اُن کی شفاعت قبول فرما۔ (ابن ماجہ حدیث: ۷ کتاب اقامۃ الصلاۃ ۱۸۹ باب ماجاء فی صلاۃ الحاجۃ حدیث ۱۳۷۵، ترمذی ۶۰ کتاب الدعوات ۷۰ باب فی دعاء الضیف حدیث ۳۵۰۲) مشکوۃ حدیث: ۲۴۹۵ کتاب الدعوات باب جامع الدعاء ابو اسحاق نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔ (اس حدیث کو ناصر الدین البانی نے صحیح قرار دیا ہے ترمذی ۳۵۷۸) اس حدیث کو امام احمد اور امام حاکم نے بھی روایت کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں اپنے آپ کو پکارنے کا حکم دیا اب جو پکارنے سے روکتے ہیں ان کا فتویٰ ہم پر نہیں رسول اللہ ﷺ پر ہے۔

اور اگر آج بھی سچے دل سے رسول اللہ کو پکارا جائے تو سرکار کرم فرماتے ہیں یہ سچا واقعہ سنو اور ایمان تازہ کرو

یہ دربارِ محمد ہے یہاں اپنوں کا کہنا
یہاں سے ہاتھ خالی غیر بھی جایا نہیں کرتے

اٹھاکر داس اشیم دہلی کے مشہور شاعر ہیں۔ ان کی بینائی جاتی رہی انہوں نے اپنے مسلمان پڑوسی سید محمد عبداللہ کو جو عمرہ ادا کرنے جارہے تھے ایک نعت لکھ کردی اور درخواست کی کہ روضہ رسول کریم پر حاضر ہوکر پہلے خدمت اقدس میں میرا سلام عرض کریں اور پھر یہ نعت شریف پڑھ دیں۔ سید محمد عبداللہ نے حضور سرور کائنات ﷺ کے روضہ شریف کے سامنے حاضر ہوکر ٹھاکر داس کا سلام پیش کیا اور ان کی ارسال کردہ نعت شریف پڑھ دی۔ ٹھیک اسی وقت دہلی میں ٹھاکر داس کی کی بینائی لوٹ آئی اور وہ مسلمان ہوگئے اور اپنا نام غلام محمد مصطفے رکھا۔ نبی کریم ﷺ کے اس معجزہ کی تفصیل ماہنامہ ''برہان دہلی کے ایڈیٹر مولانا محمد سعید نے جنوری 1996ء کے شمارے میں اس نعت شریف کے ساتھ شائع کی۔

پھیکا ہے نورِ خور، رخِ انور کے سامنے — ہے ہیچ مُشک ، زلف معنبر کے سامنے
ہے زنگِ معصیت سے سیاہ دل کا آئینہ — کیا اس کو لے کے جاؤں سکندر کے سامنے

قسمت کا لکھا مٹ نہیں سکتا کسی طرح | تدبیر کیا کرے گی مقدر کے سامنے
شیشہ نہ ہو، نہ سنگ ہو ، چشمہ ہو نور کا | اس کو لگا کے جاؤں میں سرور کے سامنے
جس در سے آج تک کوئی لوٹا نہ خالی ہاتھ | دست طلب دراز ہے اس در کے سامنے
چشم کرم ہو آنکھ میں آجائے روشنی | کہنا صبا یہ جاکے پیغمبر کے سامنے
رضوان تجھے جو ناز ہے جنت پہ اس قدر | کیا چیز ہے وہ روضہ اطہر کے سامنے
سر پہ ہو ان کا دست شفاعت انؐیم کے | جس دم کھڑا ہو داور محشر کے سامنے

دوسرا واقعہ: پٹرول کے بغیر گاڑی چلتی رہی:

استاذ القراء والحفاظ شیر اہل سنت مجاہد ملت عاشق رسول حضرت علامہ ابو سلطان خواجہ محمد سلیمان عثمانی سیالکوٹی صاحب نے ۱۰ شوال **1430**ھ کو خطاب کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ میں ایک مرتبہ قاری یاسین صاحب کے ساتھ رات کو ایک جگہ تقریر سے واپس آ رہا تھا آدھی رات کا ٹائم تھا کہ بھاگوال کے قریب گاڑی کا تیل ختم ہو گیا گاڑی پہلے ہی ریزور پر چل رہی تھی ہم نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح گاڑی سٹارٹ ہو جائے رات کا وقت اور متبادل سواری کا انتظام بھی نہیں ہو سکتا تھا نہ کوئی آگے نہ کوئی پیچھے صرف سنسان جنگل تھا اور میں نے ایسے میں سچے دل سے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں فریاد کی اور عرض کی یا رسول اللہ میں آپ کا ذکر کر کے اور آپ کی نعتیں پڑھ کر آ رہا ہوں اور اب پٹرول کا انتظام بھی آپ نے ہی کرنا ہے پھر میں نے قاری صاحب کو کہا لو اب سٹارٹ کرو انہوں نے کک ماری تو گاڑی سٹارٹ ہو گئی اور راستہ میں کسی جگہ نہ رکی یہاں تک کہ ہم گھر پہنچ گئے میں نے قاری صاحب کو کہا اب جہاں جانا چاہتے ہو چلے جاؤ سرکار مدینہ ﷺ نے کرم فرما دیا ہے کیونکہ

یہ نام کوئی کام بگڑنے نہیں دیتا
بگڑے ہوئے بھی بنا دیتا ہے نام محمد ﷺ

تیسرا واقعہ: واللہ وہ سن لیں گے فریاد کو پہنچیں گے:

حضرت علامہ ابو سلطان خواجہ محمد سلیمان عثمانی صاحب نے دوسرا ایمان افروز یہ واقعہ بیان کیا کہ میں جب حج پر گیا تو وہاں مکہ مکرمہ میں غار ثور کی زیارت کا ارادہ کیا وہ غار ثور جہاں نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے وقت تین راتیں گذاری تھیں یہ غار تقریباً ۵۰۰ فٹ بلندی پر واقع ہے اور راستہ بھی دشوار گذار ہے میں جب اوپر پہنچا تو عرض کی یا رسول اللہ اب میں پہنچ تو گیا ہوں لیکن اب واپسی کا انتظام آپ نے فرمانا ہے جب میں نے واپسی کا ارادہ کیا تو ایک یمنی نوجوان میرے آگے کھڑا ہو گیا اور مجھ کو کندھوں پر اٹھا کر نیچے اتارا تو بے اختیار میری زبان پر جاری ہو گیا

فریاد امتی جو کرے حال زار میں | ممکن نہیں کہ خیر بشر کو خبر نہ ہو

حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ نے وصال کے بعد نبی کریم ﷺ کو پکارا اور مدد مانگی :

قال الحافظ ابوبکر البیہقی : أخبرنا أبو نصر بن قتادة وأبو بكر الفارسی قالا: حدثنا إبراهيم بن علی الذهلی حدثنا يحی بن يحی حدثنا أبو معاوية عن الأعمش عن أبی صالح عن مالك الدار رضی الله عنه و كان خازنُ عُمَرَ علی الطعام قال:أَصَابَ النَّاسَ

قَحطٌ فِی زَمَنِ عُمَرَ رضی الله عنه فَجاءَ رَجُلٌ إِلَى قَبْرِ النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ : یَارَسُولَ الله! اسْتَسْقِ اللهَ لِأُمَّتِكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوْ فَاتَاهُ رسولُ الله ﷺ فِی الْمَنَامِ فقالَ: ائْتِ عُمَرَ فَاقْرَئْهُ مِنِّی السَّلامَ وَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ مُسْقَوْنَ.

وهـذا إسـنـاده صـحـيـح قال الحافظ ابن حجر: وروى ابن شيبة بإسناد صحيح وقد سيف فى الفتوح : أن الذى راى فى المنام المذكور هو بلال بن حارث المزنى أحد الصحابة قال ابن حجر إسناده صحيح

حافظ ابوبکر بیہقی چندواسطوں سے فرماتے ہیں کہ حضرت مالک الدار جو حضرت عمر کے وزیر خوراک تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک بار لوگوں پر قحط آ گیا ایک صحابی (حضرت بلال بن حارث مزنی) رسول اللہ ﷺ کی قبر پر گئے اور عرض کیا یارسول اللہ! اپنی امت کے لئے اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا کیجئے کیونکہ وہ (قحط سے) ہلاک ہورہے ہیں، نبی کریم ﷺ اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: عمر کے پاس جاؤ اُن کو سلام کہو اور یہ خبر دو کہ تم پر یقیناً بارش ہوگی۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں سیف نے فتوح میں روایت کیا ہے کہ جس شخص نے یہ خواب دیکھا تھا وہ یکے از صحابہ حضرت بلال بن حارث مزنی تھے رضی اللہ عنہ (فتح الباری جلد۲ ص۴۱۵ صحیح البخاری کتاب الاستقاء، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص۳۲، البدایہ والنہایہ ج۱ص۹۱ حوادث عام ثمانیۃ عشر، المفاہیم مترجم از سید علوی مالکی ص۱۵۲) لبدایہ والنہایہ از حافظ ابن کثیر ج۷ص۹۱،۹۲)

اس حدیث کو حافظ ابن کثیر اور حافظ ابن حجر اور دونوں نے سنداً صحیح قرار دیا ہے اوران دونوں کی تصحیح کے بعد کسی تردد کی گنجائش باقی نہیں رہتی اور نہ کسی کا انکار درخور اعتناء ہے، علم حدیث میں حافظ ابن کثیر کی شخصیت موافقین اور مخالفین سب کے نزدیک مسلّم ہے اور حافظ ابن کثیر نے امام بیہقی کی اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ اگر وصال کے بعد رسول اللہ ﷺ کو پکارنا اور مدد طلب کرنا ناجائز ہوتا تو صحابی رسول کبھی نہ پکارتے۔

یاخدا یا مصطفیٰ، مشکل میں دونوں نام لو حاجتیں برآئیں گی، تاثیر ہے دونوں کی ایک

شجر و حجر نے یارسول اللہ کہا:

عـن عـلـى رضـى الله عنه قال :كُنْتُ مَعَ النَّبِیِّ ﷺ بِمَكَّةَ فَخَرَجْنَا فِی بَعْضِ نَوَاحِیْهَا فَمَا اسْتَقْبَلَهُ جَبَلٌ وَلا شَجَرٌ إِلَّا وَهُوَ يَقُوْلُ : اَلسَّلامُ عَلَيْكَ يارسُولَ اللهِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا تو ہم اس کے بعض اطراف میں نکلے تو ہمارے سامنے جو بھی پہاڑ اور درخت آیا تو وہ کہہ رہا تھا اَلسَّلامُ عَلَيْكَ يارسُولَ اللهِ اے اللہ کے رسول آپ پر سلام ہو۔(ترمذی ۶۱ کتاب المناقب ۵ باب فی آیات اثبات نبوۃ حدیث ۳۵۵۹ دارمی حدیث ۲۱ مشکوۃ کتاب الفضائل باب المعجزات الفصل الثانی حدیث ۵۹۱۹)

﴿ الصلاة و اَلسَّلامُ عَلَيْكَ يارسُولَ اللهِ﴾ کہنا جائز ہے ایک دیوبندی مولوی کا تصدیقی فتوی

گجرات: دیوبندی مکتب فکر کے نامور عالم ضیاء اللہ شاہ بخاری نے درس قرآن میں کہا ﴿ الصلاة و اَلسَّلامُ عَلَيْكَ يارسُولَ اللهِ﴾ کہنا جائز ہے (اس کا مطلب یہ ہے) کہ اے نبی آپ پر درود و سلام ہو لیکن اسے اذان کا حصہ نہ بنایا جائے۔ نیز ایک اور موقع پر دوران درس ایک نمازی نے سوال کیا کہ کیا ''یارسول اللہ،، کہنا جائز ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ''جائز ہے،، ''جائز ہے،، ''جائز ہے،، پانچ مرتبہ یہ بات دہرائی اور

کہا کہ نماز کے اندر بھی ہم یہ پڑھتے ہیں کہ اے نبی! آپ پر سلامتی ہو اور اس کی رحمتیں اور برکتیں، جب ہم نماز میں یا نبی کہتے ہیں تو یارسول اللہ کیوں نہیں کہا جا سکتا۔ ملک میں نہیں بلکہ پوری دنیا میں جہاں جہاں مسلمان بستے ہیں اذانیں ہورہی ہیں اور جہاں جہاں اللہ کا نام بلند ہو رہا ہے وہاں وہاں رسول اللہ ﷺ کا ذکر بھی بلند ہو رہا ہے اور اسلام کی حقانیت اور سچائی ظاہر ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالی نے چودہ سو سال پہلے قرآن میں فرمادیا ہے'' اے نبی! ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کر دیا ہے۔،،۔(روزنامہ ڈاک گجرات ۲۰ نومبر ۲۰۰۲ء)

الحمدللہ کسی سنی بریلوی نے صلاۃ وسلام پڑھنے کو اذان کا حصہ نہیں بنایا۔ صلاۃ وسلام چاہے اذان کے پہلے پڑھا جائے یا اذان کے بعد اذان کا حصہ وجز نہیں سمجھا جاتا۔ اذان ''اللہ اکبر،، سے شروع ہوتی ہے اور لا اله الا الله پر ختم ہوتی ہے۔

یارسول اللہ کہنے والے جنتی ہیں:

ابوبکر محمد بن عمر بیان کرتے ہیں کہ میں ابوبکر بن مجاہد کے پاس تھا کہ حضرت شبلی آئے تو امام ابوبکر بن مجاہد نے اُٹھ کر ان کا استقبال کیا معانقہ کیا اور اُن کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ میں نے کہا اے میرے سردار آپ حضرت شبلی کی ایسی تعظیم کرتے ہیں حالانکہ آپ اور جمیع اہل بغداد انہیں دیوانہ تصور کرتے ہیں، انہوں نے مجھے فرمایا: میں نے اُن کا استقبال اسی طرح کیا ہے جیسے میں نے رسول اللہ ﷺ کو اُن کا استقبال کرتے ہوئے دیکھا وہ یوں کہ میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی اور شبلی حاضر خدمت ہوئے آپ نے اٹھ کر استقبال کیا اور اُن کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ شبلی کی اتنی عزت افزائی فرماتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ہر نماز کے بعد ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِنْ اَنْفُسِكُمْ ﴾ (سورۃ توبہ کی آخری آیات) آخر سورت تک پڑھتا ہے اور تین مرتبہ کہتا ہے ﴿صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ﴾ فرماتے ہیں پھر حضرت شبلی میرے پاس آئے تو میں نے اُن سے پوچھا کہ تم نماز کے بعد کیا پڑھتے ہو تو انہوں بالکل اسی طرح بیان کیا۔ (وہابیوں کی کتاب ''جلاء الافہام،، لابن القیم ص۴۳۴ - الباب الرابع والمواطن الخامس والثلاثون، القول البدیع ص۲۵۱ - الباب الرابع، دیو بندیوں کی کتاب ''تبلیغی نصاب،، فضائل درود شریف ص۱۱۲)

شارح بخاری امام ابن حجر کے شاگرد امام سخاوی ''القول البدیع،، میں نقل کرتے ہیں:

قَالَ ابو بكرِ بنُ مجاهدٍ: ألا أقُومُ لِمَنْ يُعَظِّمُهُ رسولُ اللهِ ﷺ رأيتُ النبيَّ ﷺ في النوم فَقَالَ لي يا أبابكرٍ! إِذَا كان في غَدٍ فَسَيُدْخِلُ عليكَ رَجُلٌ مِنْ اهْلِ الجنةِ فإذا جآءَ كَ فَاكْرِمْهُ قَالَ ابْنُ مجاهدٍ: فَلَمَّا كانَ بعدَ ذلكَ بِلَيْلَتَيْنِ أو اكثر رأيتُ النبيَّ ﷺ في المنامِ فقال لي: يا أبا بكر أكْرَمَكَ اللهُ كما أكْرَمْتَ رَجُلاً مِنْ أهلِ الجنةِ فَقُلْتُ: يارسولَ اللهِ بِمَ اسْتَحَقَّ الشبليُّ هذا مِنْكَ؟ فَقَالَ: هذا رجُلٌ يُصَلِّي خَمْسَ صَلَوَاتٍ ويَذْكُرُنِي إِثْرَ كُلِّ صَلاةٍ وَيَقْرَءُ ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِنْ اَنْفُسِكُمْ ﴾ الآية يقولُ ذلكَ منذُ ثَمَانِيْنَ سَنَةً أفَلا أُكْرِمُ مَنْ يَفْعَلُ هَذَا.

امام ابوبکر بن مجاہد نے فرمایا: کیا میں اُس آدمی کے لئے کھڑا نہ ہوں جس کی رسول اللہ ﷺ تعظیم کرتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کی خواب میں زیارت کی آپ ﷺ مجھے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر کل صبح تیرے پاس اہل جنت میں سے ایک آدمی آئے گا جب وہ آئے تو اس کا اکرام و تعظیم کرنا، فرماتے ہیں اس کے بعد دو یا اس سے زیادہ راتیں گذریں تو مجھے پھر رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی فرمایا: اے ابوبکر اللہ تیرا اکرام فرمائے جیسا کہ

تو نے جنتی آدمی کا اکرام کیا ہے میں نے عرض کیا یارسول اللہ حضرت شبلی کو آپ کے حضور اتنا قرب کیسے نصیب ہوگیا ارشاد فرمایا: یہ آدمی پانچ نمازیں پڑھتا ہے اور ہر نماز کے بعد مجھے یاد کرتا ہے اور اس آیت کی تلاوت کرتا ہے ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِنْ اَنْفُسِكُمْ ﴾ (سورۃ توبہ کی آخری آیات) اور یہ اسی (۸۰) سال سے یہ عمل کر رہا ہے میں ایسے آدمی کا اکرام کیوں نہ کروں۔ (القول البدیع ص ۲۵۲-الباب الرابع)

مؤمن ہوں مومنوں پہ رؤف رّحیم ہو سائل ہوں سائلوں کو خوشی لانہر کی ہے

ان دونوں واقعات سے معلوم ہوا کہ علامہ سخاوی اور محدث ابوبکر بن مجاہد اور ابن قیم وہابی اور مولوی زکریا دیوبندی کا عقیدہ تھا کہ رسول اللہ اپنی امت کے اعمال پر حاضر وناظر ہیں اور یہ کہ بعد از وصال بھی حضور ﷺ کو لفظ یا کے ساتھ خطاب کرنا جائز ہے۔ اور الصلاۃ والسلام عَلَيْكَ يَا رسول الله پڑھنا جائز ہے یہ بناوٹی درود نہیں جیسا کہ وہابیوں کا خیال ہے اگر یہ درود پڑھنا جائز نہ ہوتا تو حضور ﷺ کبھی بھی حضرت شبلی کی تعظیم نہ کرتے اور نہ اس کو جنتی قرار دیتے۔ معلوم ہوا کہ سنی جنتی ہیں اور ان کی عزت وتکریم کرنے سے سرکار خوش ہوتے ہیں سنی یارسول اللہ کہنے والے بدعتی نہیں مشرک نہیں رسول اللہ ﷺ کے محبوب ہیں سرکار ان کے بوسے لیتے ہیں سینے سے لگاتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی کہتے ہیں کہ یہ جنتی ہیں ان کی تعظیم کرنا۔ ان سے پیار کرنا۔ تو اب سنیوں کی دشمنی رسول اللہ ﷺ کی دشمنی ہے۔ اور رسول اللہ کی دشمنی اللہ کی دشمنی ہے۔

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے یہ گھٹائیں اسے منظور بڑھانا تیرا

یارسول اللہ ﷺ کہنے سے بیماریاں دور ہوجاتی ہیں:

''ادب المفرد،، میں امام بخاری نے یہ حدیث نقل کی ہے حضرت عبدالرحمٰن بن سعد سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں سو گیا (بے حس ہوگیا) تو کسی آدمی نے ان سے کہا ﴿اُذْكُرْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَيْكَ﴾ یاد کر اس کو جو تجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہے پس ابن عمر نے کہا ﴿يا مُحَمَّدَاهُ﴾ تو تکلیف رفع ہوگئی۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں: آپ نے مدد مانگنے کی غرض سے محبت کے ساتھ بلند آواز سے پکارا تھا۔ (شرح شفا شریف جلد ۳ ص ۳۵۵) (''ادب المفرد،، ص ۲۵۰، حصن حصین ص ۳۰، الاذکار للامام النووی ص ۲۷۸، القول البدیع ص ۲۲۵) مخالفین کی کتب ''نزل الابرار نواب صدیق حسن ۳۷۳، لغات الحدیث وحید الزماں ج ۱ ص ۱۹، ہدیۃ المہدی ص ۲۳، تحفۃ الذاکرین قاضی شوکانی ص ۲۰۶)

یارسول اللہ کے نعرے سے ہم کو پیار ہے ☆☆☆ جس نے یہ نعرہ لگایا اس کا بیڑا پار ہے

روضہ رسول پر ابن عمر کا سلام: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت میں یوں سلام پیش کرتے۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يارسُولَ الله (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۷۶، وفاء الوفاء ۴ ص ۱۳۵۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۳۸)

امام الوہابیہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ مسلمان ہمیشہ یارسول اللہ پکارتے رہے ہیں۔ (جلاء الافہام ص ۸۸)

حضرت ابوبکر صدیق کا نعرہ: غیر مقلد وہابی وحید الزماں نے کہا: حضرت ابوبکر صدیق کا پاؤں سن ہوگیا تو انہوں نے کہا۔ یـارسُولَ اللـهِ (لغات الحدیث ج ۲ ص ۱۹)

حضرت ابن عباس کا نعرہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے پاؤں سن ہونے پر کہا یـا رسُولَ اللـهِ۔ (نسیم الریاض ج ۳ ص

۳۵۵،حصن حصین ۳۰،الاذکار ص ۴۱۱) کتاب التعویذات نواب صدیق ص ۴۷)

یہ نام کوئی کام بگڑنے نہیں دیتا بگڑے ہوئے بھی بنا دیتا ہے نام محمد ﷺ

دور سے یا کے صیغہ سے خطاب کرنا اور مسئلہ سماع موتی:

صاحب مرقات نے فرمایا: کہ حاجی کا لبیک کہنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پکار اور بلاوے کا جواب ہے۔ چنانچہ حاکم نے مستدرک میں اور حافظ ابن کثیر نے تفسیر ابن کثیر میں امام سیوطی نے تفسیر جلالین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خانہ کعبہ کی تعمیر کے بعد حکم دیا ﴿ وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ ﴾ اور لوگوں میں حج کی عام ندا کردے ﴾

(سورہ الحج آیت:۲۷ پارہ نمبر ۱۷ رکوع:۱۱)

یَارَبِّ کَیْفَ اُبَلِّغُ النَّاسَ وَصَوْتِیْ لَایُنْفِذُ هُمْ فقال نَادِ وَعَلَیْنَا الْبَلاغ فَقَامَ عَلَی مَقَامِهِ وَقِیْلَ عَلَی الْحَجَرِ وقِیْلَ عَلَی الصَّفَا وقیل علی ابی قُبَیْسٍ وقال: یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ رَبَّکُمْ بَنَی بَیْتًاوَاَوجَبَ عَلَیْکُمُ الْحَجَّ فَحُجُّوهُ فَیُقَالُ اِنَّ الْجِبَالَ تَوَاضَعَتْ حَتّیٰ بَلَغَ الصَّوتُ أرجَاءَ الارضِ وأسْمَعَ مَنْ فِی الا رحامِ وَالأَصْلابِ وأجَابَهُ کُلُّ شَیْءٍ سَمِعَهُ مِنْ حَجَرٍ وَشَجَرٍ وَمَنْ کَتَبَ اللهُ أَنَّهُ یَحُجَّ إِلی یَوْمَ الْقِیَامَةِ لَبَّیْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّیْك لَبَّیْك لَاشَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْك إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَاشَرِیْكَ لَك . حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب ان سب لوگوں تک میری آواز کیسے پہنچے گی؟ اللہ نے فرمایا: تم اعلان کردو آواز پہنچانا میرا کام ہے۔ کہا گیا کہ مقام ابراہیم پر یا حجر اسود یا صفا پر یا جبل ابوقبیس پر کھڑے ہوئے اور کہا اے لوگوں تمہارے رب نے گھر بنایا اور تم پر اس کا حج فرض کیا ہے تو اس کا حج کرو کہا گیا ہے کہ پہاڑ جھک گئے حتیٰ کہ آواز زمین کے کناروں تک پہنچ گئی اور اس نے سن لی جو ماؤں کے رحموں میں تھے یا باپ کی پشتوں میں اور پتھر، مٹی اور درخت غرضیکہ جس چیز نے بھی سنا اس پکار کا جواب دیا اور قیامت تک جس کی قسمت میں لکھا تھا کہ وہ حج کرے گا اس نے جواب دیا لَبَّیْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّیْك لَبَّیْك لَاشَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْك إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَاشَرِیْكَ لَك . (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص:۲۲۶)

مفتی احمد یار خاں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ دور سے غائبانہ ندا جائز ہے۔ لہذا ہم کہہ سکتے ہیں یارسول اللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ساریہ کو پکارا حالانکہ وہ نہاوند میں جہاد کر رہے تھے۔ (تفسیر نور العرفان)

اس سے معلوم ہوا کہ رب چاہے تو مُردوں کو بھی سنوا سکتا ہے کیونکہ جو ماں کے رحم یا یا باپ کی پشتوں میں تھے وہ مردہ ہی تھے اولیاء کرام انبیاء کرام تو زندہ ہوتے ہیں قرآن میں جو آیا ہے کہ مردے نہیں سنتے تو اس سے مراد دل کے مردہ کافر ہیں کہ وہ حق بات سن کر ایمان نہیں لاتے۔ ورنہ کافر زندہ ہو یا مردہ سب سنتے ہیں حضور ﷺ نے غزوہ بدر کے دن مردہ کافروں سے خطاب فرمایا تھا ﴿ یـا فُلانُ بْنُ فُلان ﴾ ﴿ اَیَسُرُّکُمْ اَنَّکُمْ اَطَعْتُمُ اللهَ وَرَسُوْلَهُ ﴾ اے فلاں فلاں کے بیٹے کیا تو تمہیں یہ بات اچھی لگتی ہے کہ تم اللہ و رسول کی اطاعت کرتے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ آپ روح کے بغیر صرف جسموں سے کیسے کلام فرمار ہے ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عمر تم ان سے زیادہ نہیں سنتے۔

(بخاری ۳۹۷۶ مشکوۃ ۳۹۶۷ کتاب الجہاد باب حکم الاسراء)

اس آیت سے بھی اس بات کی تائید ہوئی ہے کہ مردوں کے نہ سننے سے مراد کافر ہیں جو دل کے مردہ ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ ہم نے جہنم

کے لئے بہت سے جن اور انسان پیدا کئے ان کے دل ہیں لیکن سمجھتے نہیں ان کے کان ہیں لیکن سنتے نہیں ان کے لئے آنکھیں ہیں لیکن وہ ان سے دیکھتے نہیں ان کے لئے کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گمراہ﴾ (سورہ الاعراف ۱۷۹)

اگر یہی معنیٰ ہو کہ مردے نہیں سنتے تو قبرستان والوں کو سلام کہنا بھی جائز نہ ہوگا۔ مردوں کو پکارنے اور ان کے سننے کا ذکر قرآن میں ہے۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مردہ پرندوں کو پکارا تو وہ زندہ ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے۔ دیکھو (سورہ بقرہ آیت ۲۶۰)۔ اگر مردہ پرندوں نے سنا نہیں تھا تو وہ زندہ کیسے ہو گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے قرآن سے ثابت ہے اور **اگر مردے سنتے نہیں تھے تو وہ زندہ کیسے ہو جاتے تھے۔** انبیاء کرام علیہ السلام کی تو بڑی شان ہے ان کے صدقہ میں شہداء بھی سنتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ شہدائے احد کی زیارت کے لئے گئے اُن کے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اللہ کے نزدیک زندہ ہو (اے مسلمانو) ان کی زیارت کیا کرو اور انہیں سلام کرو اس کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے جو بھی انہیں سلام کرے گا یہ لوگ قیامت تک اُس پر سلام بھیجتے رہیں گے. (رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط، مجمع الزوائد ۳/۶۰) (وفاء الوفاء ۳/۹۳۲) (رواہ البیہقی فی الدلائل)

جب غلاموں کی یہ شان ہے تو آقا کا مقام کیا ہوگا

......﴿دور سے مدد طلب کرنا اور یا رسول اللہ کہنا﴾......

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک رات نبی کریم ﷺ میرے ہاں تشریف فرما تھے کہ آپ نماز کے لئے وضو کرنے کھڑے ہوئے تو میں نے آپ سے سنا کہ آپ نے وضوخانہ میں تین مرتبہ فرمایا "میں حاضر ہوں تیری مدد کی گئی،، ﴿فَلَمَّا خَرَجَ قُلْتُ یارَسُولَ اللهِ سَمِعْتُكَ تَقُوْلُ فِی مُتَوَضَّئِكَ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ ثَلَاثًا نُصِرْتَ نُصِرْتَ ثَلَاثًا كَاَنَّكَ تُكَلِّمُ اِنْسَانًا فَهَلْ كَانَ مَعَكَ اَحَدٌ فَقَالَ هٰذَا رَاجِزُ بَنِى كَعْبٍ يَسْتَصْرِخُنِى يقول : اغثنى يارسول الله وَيَزْعُمُ اَنَّ قُرَيْشًا اَعَانَتْ عَلَيْهِمْ بَنِى بَكْرٍ﴾ جب آپ باہر تشریف لائے تو میں پوچھا یا رسول اللہ آپ نے تین مرتبہ ایسا کہا ہے "میں حاضر ہوں تیری مدد کی گئی،، گویا کہ آپ کسی انسان سے کلام کر رہے ہیں کیا آپ کے ساتھ کوئی موجود تھا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ یہ خزاعہ کا راجز عمرو بن سالم مجھ سے فریاد کر رہا تھا مجھ سے مدد طلب کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا یا رسول اللہ میری امداد فرمائیں کہ قریش نے ان کے خلاف بنی بکر کی امداد کی ہے۔ (تو میں نے ان کو یہ جواب دیا ہے۔ "میں حاضر ہوں تیری مدد کی گئی،،)
(طبرانی شریف ج ۲ ص ۲۷، اصابہ ج ۲ ص ۵۶۶، زرقانی ج ۲ ص ۲۹۰، دلائل النبوۃ ج ۹ ص ۲۳۳ اور یہ حدیث حسن ہے، المستدرک ص: ۲۰، مختصر سیرت رسول عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدی) مجمع الزوائد: ۶/۱۶۳ اسیرت رسول عربی ص: ۱۷۵)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دور سے رسول اللہ کو مدد کے لئے پکارنا جائز ہے کیونکہ راجز نے مکہ مکرمہ سے رسول اللہ ﷺ کو مدد کے لئے پکارا تھا تو آپ نے مدینہ منورہ میں اس کی آواز کو سنا اور اس کو جواب دیا اور امداد فرمائی اگر دور سے پکارنا اور یا رسول اللہ کہنا شرک ہوتا شرک ہوتا تو آپ اس کو ایسی پکار سے منع فرما دیتے۔ لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا بلکہ فرمایا تو منصور ہے جس سے اہل سنت کے عقیدہ حاضر و ناظر و استمداد کا ثبوت ہو گیا

اسی لئے ہم کہتے ہیں

واللہ وہ سن لیں گے فریاد کو پہنچیں گے   اتنا بھی تو ہو کوئی جو آہ کرے دل سے

وصال کے بعد دور سے صحابہ کرام کا یارسو ل اللہ کہنا:

جنگ یمامہ میں جب مسیلمہ کذاب اور مسلمانوں کے درمیان گھسان کی لڑائی ہو رہی تھی اس کا نقشہ کھینچنے کے بعد ابن اثیر جذری لکھتے ہیں: پھر خالد بن ولید نے دشمن کو للکارا اور للکارنے والوں کو دعوت (قتال) دی پھر مسلمانوں کے معمول کے مطابق یا محمداہ کا نعرہ لگایا، پھر وہ جس شخص کو بھی للکارتے اس کو قتل کر دیتے تھے۔ (الکامل فی التاریخ ج۲ ص۲۴۶) حافظ ابن کثیر بھی جنگ کے اس منظر کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ﴿ثم نادی بشعار المسلمین و کان شعارھم یومئذ یا محمداہ﴾ پھر خالد بن ولید نے مسلمانوں کے معمول کے مطابق یا محمداہ کا نعرہ لگایا اور اس زمانہ میں ان کا معمول یا محمداہ کا نعرہ لگانا تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نعرہ:

امام ابو یعلی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿ثم لئن قام علی قبری فقال یا محمد لاجبتہ﴾ کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام میری قبر پر کھڑے ہو کر یا محمد کہیں گے تو میں ضرور جواب دوں گا۔ (مسند ابو یعلی ج۶ ص۱۰۱، المطالب العالیہ ابن حجر عسقلانی ج۴ ص۳۴۹)

لفظ محمد کے دو اعتبار ہیں ایک لحاظ سے یہ آپ کا نام اور علم ہے اور ایک اعتبار سے یہ آپ کی صفت ہے اور لفظ محمد سے آپ کا نام مراد لے کر کہنا منع ہے اور بہ حیثیت صفت کے یا محمد کہنا جائز ہے۔

وصال کے بعد عام مردوں کو بھی یا کے ساتھ خطاب کر سکتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عباسٍ رضی اللهُ عنهما قال: مَرَّ رسُولُ اللهِ ﷺ بِقُبُوْرِ الْمَدِيْنَةِ فَاَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهِ فَقَالَ: السَّلامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرُ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ أَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالأثَرِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ مدینہ میں کچھ قبروں پر گذرے تو اُن کی طرف اپنا چہرہ پاک کیا پھر فرمایا: اے قبر والو تم پر سلام ہو اللہ ہمیں اور تمہیں بخشے تم ہمارے اگلے ہو ہم تمہارے پیچھے ہیں۔ (ترمذی حدیث:۱۰۵۳ کتاب الجنائز، مشکاۃ حدیث (۱۷۶۵) کتاب الجنائز باب زیارۃ القبور)

اس حدیث سے معلوم ہوا بعد از وصال بھی اہل قبور کو حرف نداء ,,یا،، کے ساتھ خطاب جائز ہے اور جب ایصال ثواب کیا جائے پہلے اپنے لئے دعا کی جائے پھر اہل قبور کے لئے۔

نبی کریم ﷺ نے وصال کے بعد اپنے چچا کو لفظ ''یا،، کے ساتھ خطاب فرمایا: ابن شاذان نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے نبی پاک ﷺ کو حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر جتنا روتے ہوئے دیکھا اتنا کسی کی وفات پر روتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر رو رہے تھے ان کو قبلہ کی جانب رکھا پھر ان کے جنازے پر کھڑے ہو گئے اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے حتیٰ کہ رونے کی وجہ سے سسکی بندھ گئی اور فرما رہے تھے ﴿یاحمزۃُ یا عم رسول اللہ واَسد اللہِ

وَاَسَدِ رَسولہ یاحمزة فاعل الخیرات یاحمزة کاشف الکربات یا ذاب عن وجہ رسول اللہ ﷺ اے حمزہ رسول اللہ کے چچا اللہ اور رسول کے شیر اے حمزہ نیک کام کرنے والے اے حمزہ تکلیفوں مصیبتوں کو دور کرنے والے، رسول اللہ کا دفاع کرنے والے۔ (مواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۲۱۲ مفاہیم عربی از علوی مالکی ص ۱۷۸)

نبی کریم ﷺ نے انہیں کاشفَ الکُربَاتِ کہہ کر پکارا ہے۔ اور وصال کے بعد پکارا ہے اگر حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے لئے کاشفَ الکُربَاتِ ہو سکتے ہیں تو ہمارے لئے مشکل کشا اور حاجت روا کیوں نہیں ہو سکتے۔ جب صحابی کی یہ شان ہے تو آقا کا مقام کیا ہوگا۔ اگر وصال کے بعد یا کے ساتھ ندا کرنا ناجائز ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کبھی ایسا نہ کرتے۔

میدان محشر میں یارسول اللہ کا نعرہ:

حضور ﷺ کے غلام قیامت کے دن بھی اپنے نبی کو لفظ ''یا،، کے ساتھ پکاریں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب روز قیامت تمام مخلوق میرے پاس آئے گی تو کہے گی ﴿یَا محمد انت رسول اللہ و خاتم الانبیاء اشفع لنا الی ربك الا تری ما نحن فیہ﴾ یا محمد ﷺ آپ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں اور ہمارے سفارش کریں ہم تکلیف میں ہیں۔ (بخاری ۴۵ کتاب تفسیر القرآن ۱۸۵ باب ذریۃ من حملنا حدیث ۴۳۴۳، مشکوۃ صفۃ القیامہ باب الحوض والشفاعہ)

غلام احمد مختار یوں پہچانین گے کہ حشر میں ہوگا ان کا نعرہ یارسول اللہ: یہ پکارنے والے سب سنی ہوں گے کیونکہ بے دین تو پکارنے کو شرک کہتے ہیں اور شفاعت بھی انہی کو نصیب ہوگی جو یارسول اللہ کا نعرہ لگائیں گے

دونوں عالم میں مقصود گر تجھ کو آرام ہے　　تو ان کا دامن تھام لو جن کا محمد نام ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے لفظ ''یا،، کے ساتھ حضور ﷺ کی بارگاہ میں استغاثہ پیش کیا

یَا مَالِکِیْ کُنْ شَافِعِیْ فِی فَاقَتِیْ　　اِنِّیْ فَقِیْرٌ فِی الْوَرٰی لِغِنَاكَ

اے میرے مالک و مولا بحالتِ فقر میرے شفیع ہو جایئے کیونکہ ساری مخلوق میں آپ کی غنا کا سب سے زیادہ محتاج میں ہی ہوں۔

یَا اَکْرَمَ الثَّقَلَیْنِ یَا کَنْزَ الْوَرٰی　　جُدْ لِیْ بِجُوْدِكَ وَارْضِنِیْ بِرِضَاكَ

اے تمام موجودات سے بزرگ ترین اے خزانہ مخلوقات مجھے اپنی بخشش و عطا سے نوازیئے اور اپنی رضامندی سے راضی کیجئے۔

اَنَا طَامِعٌ بِالْجُوْدِ مِنْكَ وَلَمْ یَکُنْ　　لِأَبِی حَنِیْفَةَ فِی الْأَنَامِ سِوَاكَ

میں آپ کے جود و کرم کا دل سے طلب گار رہوں کہ اس جہان میں ابوحنیفہ کے لئے آپ کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ (قصیدہ نعمان)

ان احادیث سے صحابہ کرام کا عقیدہ توسل روز روشن کی طرح واضح ہو گیا جس کا عقیدہ صحابہ کرام کے مطابق ہو وہ اہل سنت اہل جنت ہے اور جس کا عقیدہ ان کے خلاف ہو اور وہ ان کے عقائد کو شرک و بدعت کہے تو وہ اہل سنت نہیں بلکہ اہل بدعت ہے چاہے وہ لاکھ مرتبہ اپنے آپ کو سنی کہے کیونکہ اس کا عقیدہ صحابہ کے خلاف ہے اور وہ حنفی بھی نہیں کیونکہ وہ احناف کے امام کے عقیدہ کو شرک و بدعت کہتا ہے۔

نعرہ رسالت یارسول اللہ کے متعلق حسین علی دیوبندی کا فتوی:

حسین علی دیوبندی: اکابر علماء دیوبند میں سے رشید احمد گنگوہی شاگرد اور مشہور دیوبندی مولوی غلام خاں سرفراز احمد گکھڑوی کے استاذ ہیں اور ''بلغۃ الحیر ان،، ص۲-۳ پر حسین علی نے عاشقان شان رسالت اور نعرہ رسالت یارسول اللہ ﷺ کے قائلین کی بدیں الفاظ تکفیر شائع کی ہے کہ '' جب انبیاء کرام کو علم غیب نہیں تو یارسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہوگا۔ کسی کو دور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اس کو خبر ہوگئی ہے شرک ہے ﴿﴾ ان عقائد باطلہ پر مطلع ہو کر انہیں کافر مرتد ملعون جہنمی نہ کہنے والا بھی ویسا ہی مرتد و کافر ہے پھر جو اس کو ایسا نہ سمجھے وہ بھی ویسا ہی ہے ﴿﴾ ایسے عقائد والے کالے کافر ہیں۔ ان کا کوئی نکاح نہیں سب زانی ہیں (العیاذ باللہ) تبصرہ: ان کے آباؤ اجداد سنی اور یارسول اللہ کہنے والے تھے چنانچہ یہ اپنے فتوی کے مطابق خود ٹوٹے ہوئے نکاح سے پیدا ہوئے تو جو خود حرامی اور وہ دوسروں کو بھی حرامی سمجھتا ہے حرامی لوگ ایسی گستاخیاں نہیں کرینگے تو اور کیا کرینگے۔ نیز بلغۃ الحیر ان کے (ص ۱۳۴) پر رسول اللہ ﷺ کے آباؤ اجداد کو معاذ اللہ کافر اور دوزخی قرار دیا ہے اور ص ۴۳ پر لکھا ہے کہ '' ملائکہ اور رسول کو طاغوت بولنا جائز ہے،، غرضیکہ ساری کتاب اس قسم کی بے ادبی اور توہین آمیز عبارت سے بھری پڑی ہے۔

تبصرہ: گویا آج کے دور میں بقول اس دیوبندی کے کوئی بھی مسلمان نہیں کیونکہ اگر کوئی ٹیلی فون یا موبائل پر پاکستان سے اپنے بھائی کو مدینہ یا لندن امریکہ یا لاہور سے اسلام آباد بات کرے تو اس کا نکاح بھی ٹوٹ گیا اور ایمان بھی ختم ہوگیا کیونکہ وہ اس کو یہی سمجھ کر پکار رہا ہے کہ وہ سن رہا ہے اور یہی بات ان کے نزدیک شرک ہے چنانچہ حسین علی نے لکھا ہے '' کسی کو دور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اس کو خبر ہوگئی ہے شرک ہے،، دیوبندیوں کو آج سے موبائل وغیرہ بند کر دینا چاہئے ورنہ وہ مشرک ہو جائیں گے اور ان کے نکاح بھی ٹوٹ جائیں گے۔ اور اگر ان کا یہ عقیدہ ہو کہ موبائل استعمال کرنا شرک نہیں حالانکہ موبائل استعمال کرنے والے کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ دور والا میری آواز سن بھی رہا ہے اور جواب بھی دے رہا ہے تو اگر لوہے کی ایک ڈبی اور آلہ کے ذریعہ دور سے آواز سنی جا سکتی ہے حالانکہ وہ ڈبی ایک بے جان چیز ہے جس میں روح بھی نہیں ہے تو اولیاء اور انبیاء کے متعلق یہ عقیدہ رکھ کے ان کو پکارنا اور ان سے امداد طلب کرنا کہ وہ دور سے سن سکتے ہیں کیونکر جائز نہیں جو زندہ بھی ہیں اور اللہ تعالی ان کی سمع و بصارت بھی بن جاتا ہے گویا دیوبندیوں کے نزدیک ولایت و نبوت کی اتنی بھی حیثیت نہیں جتنی موبائل کی ہے (نعوذ باللہ) گویا ان کا یہ عقیدہ باطل اور قرآن و حدیث کے علاوہ عقل اور مشاہدہ کے بھی خلاف ہے۔

اگر وہ اپنے عقیدہ کو صحیح سمجھتے ہیں تو سب سے پہلے ان کا فتوی انبیاء کرام پر لگے گا کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حج کے لئے تمام انسانوں کو پکارا ہے اور صحابہ کرام پر فتوی لگے گا بلکہ ان کے اپنے مولوی بھی نہیں بچتے انہوں نے بھی دور سے رسول اللہ ﷺ کو پکارا ہے بلکہ سعودی نجدی وہابیوں کا نکاح بھی سلامت نہیں رہتا وہ بھی مشرک قرار پائیں گے انہوں نے بھی یارسول اللہ کے نعرے لگائے ہیں اور یارسول اللہ کے سٹکر اور بینر بنا کر اپنی دکانوں گاڑیوں اور سکولوں میں لگائے ہیں اور ہمارے پاس اس کی وڈیو CD بھی موجود ہے وہ CD سیالکوٹ میں اس نمبر پر طارق صاحب سے طلب کی جا سکتی ہے 03216102920 یا انٹرنیٹ پر دیکھی جا سکتی ہے

you tube madenapak ke narenan ya rasol allah اگر فتوی لگانا ہے تو پہلے سعودی عرب کے مفتیوں پر لگاؤ اگر وہ مشرک نہیں تو ہم مشرک کیسے ہو سکتے ہیں۔

دیوبندی عالم مولوی شبیر احمد بن مفتی عبداللطیف کا نعرہ حق:

مخالفین اہل سنت کے مکتبہ فکر کے ایک دیوبندی عالم نے ایک سو سے زائد صفحات پر مشتمل اس موضوع پر ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے جس کا نام ہی یہ رکھا ہے کہ ''یا حرف محبت اور باعث رحمت ہے،، کتاب کے مصنف ''ڈاگ اسماعیل خیل سرحد،، کے دیوبندی مولوی شبیر احمد بن مفتی عبدالطیف،، ہیں جنہوں نے بڑی تفصیل کے ساتھ مدلل طور پر یارسول اللہ پکارنے کا ثبوت دیا اور اسے بزرگانِ دین وا کا بر علماء دیوبند سے ثابت کیا ہے۔ لکھتے ہیں: حب رسول پر مشتمل چند (ندائیہ) شعار بطور نمونہ لکھ دیئے ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ امت کے لاکھوں عاشقان رسول نے حضور ﷺ سے اپنے والہانہ عشق ومحبت کا اظہار بصیغہ ندا وخطاب کیا لیکن افسوس صد افسوس کہ ہمارے بعض ناسمجھ بھائی کوچہ عشق ومحبت سے نابلد اور دردِ دل سے عاری ہوتے ہیں۔ بلاتحقیق ایسے اشعار کو شرک اور کہنے والے کو مشرک قرار دیتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون راقم الحروف نے یہ اس لئے نقل کیا ہے تاکہ ان بھائیوں کو معلوم ہو جائے کہ ذوقا شوقا حرف ندا (یارسول اللہ) کا استعمال نہ گناہ ہے نہ کفر ہے اور نہ شرک۔ تاریخ گواہ ہے کہ اگر واقعی حرف نداء کا استعمال دل کی گہرائیوں سے ہو تو یہ حرف محبت اور باعث رحمت ہے اور یہ پوری کتاب اس بات کی دلیل ہے کہ رحمۃ للعالمین کے زمانہ سے لیکر آج تک جن لوگوں نے اس حرف کو عشق ومحبت اور درددل کے اظہار کا وسیلہ بنایا ہے وہ بزرگانِ دین اور عشاقان رسول کے پیارے نام سے یاد کئے جاتے ہیں (ص ۱۸) جو لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو ندا اس لئے نہیں کرنا چاہئے کہ آپ وفات پاچکے ہیں اور مردہ ندا اور خطاب نہیں سنتا اور نہ کوئی اس کو سنا سکتا ہے۔ اگر واقعی حقیقت یہی ہوتی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے خطاب نداء اور مکالمہ نہ کرتے۔ (ص ۱۲)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وصال کے بعد نبی کریم ﷺ کو بوسہ دیا ﴿فَقَبَّلَهُ ثُمَّ بَكٰى فَقَالَ بِاَبِي اَنْتَ يا نَبِيَّ اللهِ لا يَجْمَعَ اللّٰهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ﴾ پھر روئے اور کہا یا نبی اللہ میرا باپ آپ پر قربان ہو جائے اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا۔ یعنی آپ وصال کے بعد زندہ ہیں (بخاری 12 کتاب الجنائز 3 باب الدخول علی المیت بعد الموت حدیث 1165)

''ادب المفرد،، میں امام بخاری یہ حدیث نقل کی ہے حضرت عبدالرحمٰن بن سعد سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں سو گیا (بے حس ہو گیا) تو کسی آدمی نے ان سے کہا ﴿اُذْكُرْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَيْكَ﴾ یاد کر اس کو جو تجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہے پس ابن عمر نے کہا ﴿يَا مُحَمَّدَاهُ﴾ تو تکلیف رفع ہو گئی۔ یہ کتاب ''یا حرف محبت،، مکتبہ رضائے مصطفیٰ چوک دارالسلام گوجرانوالہ سے مل سکتی ہے۔ اگر وصال کے بعد کسی سے مدد طلب کرنا شرک ہے تو دیوبندیوں کی خیر نہیں:

دیوبندیوں کے حکیم اشرف علی تھانوی حضور ﷺ سے یوں مدد طلب کرتے ہیں:

يَا شَفِيْعَ الْعِبَادِ خُذْ بِيَدِيْ اَنْتَ فِي الاِضْطِرَارِ مُعْتَمَدِيْ

اے بندوں کی شفاعت فرمانے والے میری دستگیری فرمایئے آپ مشکلات میں میری آخری اُمیدگاہ ہیں

لَيْسَ لِي مَلْجَأٌ سِوَاكَ أَغِثْ مَسَّنِي الضُّرُّ سَيِّدِيْ وَسَنَدِيْ

آپ ﷺ کے سوا میرا کوئی ملجا و ماوی نہیں، اے میرے آقا میری فریاد سنئے میں تکلیف میں مبتلا ہوں

(نشر الطیب)

بانی مدرسہ دیوبند قاسم نانوتوی یوں استغاثہ پیش کرتے ہیں:

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا نہیں

ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی کار

مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی حضور ﷺ کی بارگاہ اقدس استغاثہ پیش کرتے ہیں:

یا محمد مصطفیٰ ﷺ فریاد ہے
اے حبیب کبریا فریاد ہے
سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل
اے مرے مشکل کشا فریاد ہے

سردار وہابیہ علامہ وحید الزماں کا فیصلہ ﴿ یارسول اللہ یاعلی اور یاغوث کہنا جائز ہے ﴾

دعا کے دو معنی ہیں شرعی اور لغوی:

دعا شرعی عبادت ہے جیسا کہ نماز تو یہ غیر اللہ کے لئے جائز نہیں ہے اور یہی ان آیات میں مراد ہے جن میں لفظ دعا وارد ہوا ہے اور دعا لغوی ندا کے معنی میں ہے تو یہ مطلقا غیر اللہ کے لئے جائز ہے خواہ زندہ کو پکارا جائے یا فوت شدہ کو برابر ہے (۱) نابینا کی حدیث میں ہے ﴿یامحمد اِنّی اَتَوَجّہُ بِکَ اِلٰی رَبّی﴾ (۲) دوسری حدیث میں ہے ﴿یا عِبَادَ اللہِ اَعِیْنُونِی﴾ (۳) حضرت ابن عمر کا پاؤں سن ہو گیا تو انہوں نے کہا وا محمداہ (۴) جب روم کے بادشاہ نے مسلمانوں کو نصرانیت کی دعوت دی تو انہوں نے شہادت سے قبل کہا ﴿یا محمداہ﴾ اگر پکارنے والا دور سے پکارے اور اس کی محبت میں وارفتہ ہو جیسے عاشق اپنے غائب معشوق کو حاضر متصور کر کے پکارتا ہے اور پکارنے والا کوفہ میں اور وہ بصرہ میں ہو تو اس سے وہی ظاہر ہوتا ہے جو عوام الناس کہتے ہیں یعنی یارسول اللہ، یاعلی ، یاغوث تو اکیلی اس ندا سے ان پر شرک کا حکم نہیں دیا جائے گا اور کیسے دیا جا سکتا ہے جب کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے مقتولوں کو ﴿ یا فلان بن فلان﴾ کہہ کر پکارا تھا۔ (ہدیۃ المہدی اردو ص ۴۹-۵۰ عربی)

☆☆☆

آقا تیری محفل کا ہے رنگ جداگانہ

رئیس التحریر حضرت العلا مجناب محمد منشا تابش قصوری صاحب مدظلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قارئین کرام!

آپ اپنی زندگی میں بے شمار دینی، دنیوی، روحانی اور نورانی محافل سے مستفیض ہوئے ہوں گے۔ مگر آج آپ کو ایک ایسی محفل کی روح پرور، ایمان افروز روئیداد سے شاد کام کرانا چاہتا ہوں۔ جو اپنی مثال آپ ہے، گو اس میں جلوہ افروز شخصیات کی تعداد بہت زیادہ تھی مگر مقابلۃً پوری مخلوقات الٰہیہ ایک طرف اور محفل مصطفیٰ ﷺ میں خوش نصیب شرکاء ایک طرف پھر بھی ان کا پلہ بھاری۔ آیئے آپ بھی تصور ہی تصور ی میں محفل میلاد مصطفیٰ ﷺ میں حاضری کی سعادت عظمیٰ حاصل کر کے اس کے ثمرات و برکات سے اپنے دامن مراد کو پر کیجئے:

حضرت علامہ قسطلانی علیہ الرحمہ کنز المعارف میں رقمطراز ہیں کہ ایک دن سید عالم، محسن اعظم نبی مکرم ﷺ، حضرت سیدنا ابوبکر صدیق، حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم، حضرت سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم کو ساتھ لئے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے دولت کدہ پر تشریف فرما ہوئے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فوری طور پر خاطر مدارت کا اہتمام کیا اور ایک خوبصورت پلیٹ میں نہایت نفیس شہد پیش کیا۔ اتفاق سے شہد میں ایک بال پر نظر پڑی، نبی کریم ﷺ نے اسے دیکھا تو صحابہ کرام (خلفائے راشدین) سے مخاطب ہوئے اور فرمایا "یہ پلیٹ اور شہد ہے جس میں ایک بال دکھائی دے رہا ہے جو بعض حقائق و معارف کی تصریح چاہتا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ تم میں سے ہر ایک اپنی اپنی فراست و بصیرت سے اس کے اسرار سے پردہ اٹھائے، حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے یارسول اللہ ﷺ ایماندار، اس پلیٹ سے زیادہ خوبصورت ہے اور ایمان اس کے دل میں شہد سے زیادہ میٹھا ہے، مگر ایمان کا آخری سانس تک اپنے ساتھ لے جانا اس بال سے بھی زیادہ باریک ہے۔

پھر حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے یارسول اللہ ﷺ، بادشاہی اس پلیٹ سے زیادہ خوبصورت ہے اور حکمرانی کی لذت شہد سے زیادہ شیریں ہے مگر حکومت میں عدل و انصاف کا برقرار رکھنا بال سے بھی زیادہ باریک ہے۔

پھر حضرت سیدنا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ، علم اس پلیٹ سے منور ہے اور علم دین کا حاصل کرنا شہد سے زیادہ میٹھا ہے مگر علم پر عمل کرنا بال سے بھی زیادہ باریک ہے۔

پھر حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ، مہمان اس پلیٹ سے زیادہ خوبصورت ہے اور مہمان کی خدمت شہد سے زیادہ شیریں، مگر مہمان کی رضا و خوشنودی حاصل کرنا بال سے بھی زیادہ باریک ہے۔

صحابہ کرام (خلفائے راشدین) رضی اللہ عنہم کے خیالات مبارکہ اور نکات عجیبہ سننے کے بعد حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف متوجہ ہوئے (جو کا شانہ مبارکہ میں یہ پیاری پیاری گفتگو سماعت فرما رہی تھیں) اور ارشاد فرمایا فاطمہ زہرا (رضی اللہ عنہا) آپ بھی کچھ کہئے،

حضرت سیدہ فاطمہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ عورتوں کے حق میں حیا اس پلیٹ سے زیادہ خوبصورت ہے اور چادر عورتوں کے چہرے پر شہد سے زیادہ شیریں ہے مگر عورت کا خود کو غیر محرم کی نگاہ سے بچانا بال سے بھی زیادہ باریک ہے۔ بعد ازاں معلم کتاب و حکمت، صاحب رسالت و نبوت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا، سامعین حضرات! میں بھی اس بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں، تمام حاضرین نے بڑی دلچسپی لی اور آپ ﷺ کے کلام معجز نما سے مستفیض ہونے کیلئے ہمہ تن گوش ہوئے تو آپ نے فرمایا سنئے:

معرفت الٰہی اس پلیٹ سے زیادہ خوبصورت ہے اور معرفت آگاہ ہونا شہد سے زیادہ شیریں ہے۔ لیکن کو اپنے دل میں محفوظ رکھنا بال سے بھی زیادہ باریک ہے۔

ابھی یہ گفتگو ختم نہ ہونے پائی تھی کہ دروازے پر ایک آدمی آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں حاضر ہونا چاہتا ہوں، حضرت سیدہ کا شانہ اقدس میں باپردہ تھیں نو وارد شخص کو حضور نے اپنے ہاں محفل میں طلب فرمایا، یہ نو وارد حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے، آتے ہی عرض گزار ہوئے میں بھی اس سلسلہ میں کچھ کہہ سکتا ہوں؟ آپ نے اجازت عطا فرمائی تو حضرت جبرئیل امین علیہ السلام یوں گویا ہوئے۔

راہ خدا اس پلیٹ سے زیادہ روشن ہے اور اس راہ پر چلنا شہد سے زیادہ شیریں ہے، لیکن آخر تک اس راہ (صراط مستقیم) پر قائم رہنا بال سے بھی زیادہ باریک ہے۔

بعد ازیں آپ پر وحی نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ جل وعلیٰ نے فرمایا۔ اے میرے حبیب ﷺ! بہشت اس پلیٹ سے زیادہ خوبصورت ہے اور اس کی نعمتیں شہد سے زیادہ شیریں ہیں، لیکن پلصراط سے گزرنا بال سے بھی زیادہ باریک ہے۔

امام قسطلانی علیہ الرحمۃ اس ایمان افروز محفل کی روح پر روئیداد کی تکمیل پر فرماتے ہیں، بظاہر یہ ایک پر اسرار خوش طبعی ہے، لیکن درحقیقت یہ حکمت و معرفت کی ایک تفسیر اور اسرار و غوامض کا بہترین انکشاف ہے۔

واللہ یامحمد مثلک لم یکن فلی العلمین و انت الذی نادک ربک مرحباً O

اللہ کی قسم یا حبیب اللہ ﷺ تمام مخلوقات میں آپ کی مثل نہ کوئی ہوا ہے اور نہ ہی ہوگا،

آپ کی شان یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو مرحباً سے یاد فرماتا ہے۔

(ماہنامہ آستانہ دہلی شمارہ جنوری **1954ء**، ماہنامہ جمال حق کانپور **1962ء**)

رحماء بینھم کی ایک تفسیر جمیل ہیں اشدآء علی الکفار یار مصطفےٰ

(صلی اللہ علیہ وسلم)......(رضی اللہ عنہم)

☆☆☆

تازیانہ عبرت کس کے لیے؟ فیصلہ کیجئے

[redacted]

(قسط نمبر:3)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیشمار فضائل ومناقب ہیں اور آپ کے خصائص ومناقب وفضائل کا انکار وہی کریگا جو جاہل ہو یا بغض وعناد سے بھرا ہو بالکل اسی طرح حضرات شیخین کے خصائص ومناقب وفضائل کا انکار کریگا جو جاہل ہو یا حضرات شیخین کے بغض وعناد سے بھرا ہو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے خصائص کیا ہیں ملاحظہ فرمائیے:

۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی ذریت رسول اللہ ﷺ کے جدامجد ہیں۔

۲) سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا کے شوہر ہیں۔ (مستدرک حاکم حدیث ۴۶۹۰)

۳) بچوں میں سب سے پہلے ایمان لائے۔ (ترمذی حدیث ۳۷۳۴)

۴) خیبر میں فتح کا جھنڈا عطا فرمایا۔ (بخاری حدیث ۲۹۴۲)

۵) آپ صحابہ میں سب سے بڑے قاضی ہیں۔ (مستدرک حاکم ۴۷۱۴)

۶) رسول اللہ ﷺ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھوں پر اُٹھانا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمانا کہ اگر میں چاہوں تو آسمان کے اُفق چھولوں۔ (سنن الکبریٰ)

۷) حضور ﷺ کا فرمانا بے شک علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اور علی میرے بعد ہر مومن کا محبوب ہے۔ (ترمذی حدیث ۳۷۱۲)

۸) حضور ﷺ فرماتے ہیں تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔ میری ادائیگی علی کے سوا کوئی نہیں کرسکتا۔ (جامع ترمذی ۲/۲۱۳)

۹) آپ کی نماز کی خاطر سورج کو واپس لوٹایا گیا۔ (الشفاء ۱/۱۸۵)

۱۰) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قرآن کی تاویل پر جنگ لڑنا۔ (سنن الکبریٰ)

۱۱) ہجرت کی رات حضور ﷺ کے بستر پر سونا۔ (الریاض النضرۃ ۲/۱۷۶)

۱۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دو بکرے ذبح کرنا۔ (ترمذی)

۱۳) حضور ﷺ کا فرمانا کہ اے اللہ مجھے اس وقت تک وفات نہ دینا جب تک مجھے علی کو نہ دکھادے۔ (ترمذی حدیث ۳۷۳۷)

اسکے علاوہ بھی آپ کے کچھ خصائص ہو سکتے ہیں اس لیے ہم اس عدد پر اختتام نہیں کرتے لیکن جناب مولانا خلیل الرحمٰن قادری صاحب کا جو موٴقف ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ "انا مدینۃ العلم و علی بابھا" حضرت کا علی خاصہ ہے اور وہ یوں کہ آپ سب صحابہ میں اعلم ہیں۔ ہم بھی اس بات کے قائل ہیں۔ اہل سنت کے سلف وخلف بھی اسی بات کے قائل ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلفاء ثلاثہ کے بعد اعلم ہیں۔ مگر خلیل الرحمٰن قادری صاحب کا مقصد خصائص علی رضی اللہ عنہ کی آڑ میں رافضیوں والا عقیدہ اہل سنت میں داخل کرنا ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرات شیخین سے بھی اعلم ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ اور حدیث انا مدینة العلم:
حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فتاویٰ عزیزی صفحہ نمبر ۳۹۳ مطبوعہ کراچی میں فرماتے ہیں!

''انا مدینة العلم و علی بابها''

یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں گویا علم کا شہر ہوں اور حضرت اس شہر کے دروازے ہیں تو اس علم سے مراد یہی علم وہبی ہے۔

کیا حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین سے اعلم سمجھتے تھے؟۔

اسی فتاویٰ عزیزی کا ایک طویل اقتباس ملاحظہ فرمایئے لکھتے ہیں!

''چنانچہ یہ امر تواریخ سے ثابت ہے۔اہل علم کا کلام یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ علم میں دوسرے صحابہ کرام سے افضل تھے اس واسطے کہ اللہ نے فرمایا! **قل هل یستوی الذین یعلمون والذین یعلمون** ۔یعنی کہہ دیجئے اے محمد ﷺ کیا برابر ہیں وہ لوگ کہ ان کو علم ہے اور وہ لوگ کہ ان کو علم نہیں۔تو اسکے جواب میں میں کہتا ہوں کہ علم کی زیادتی دو طریقہ سے ہوسکتی ہے اول روایات کی کثرت اور فتاویٰ کے زیادہ ہونے سے اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کسی کو ایسے منصب پر مقرر فرمایا ہو کہ جہاں علم کی ضرورت ہو۔اس واسطے آنحضرت ﷺ کسی منصب پر خاص اسی شخص کو مقرر فرماتے تھے کہ وہ شخص اس امر میں بہ نسبت دوسرے لوگوں کے زیادہ کامل ہوتا تھا۔اور یقیناً معلوم ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز اور حج اور جہاد کے امور میں امیر مقرر فرمایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو صدقات کے معاملہ میں عامل مقرر فرمایا اور محدثین کو اکثر روایات صدقہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے پہنچی ہیں اور آپ نے زکوۃ کے مسائل کی تشریح فرمائی ہے۔زکوۃ کی حدیث جو کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت کی گئی ہے صحیح طور پر آپ سے مروی ہونا ثابت ہے اس میں ایک وہم واقع ہوا ہے کہ جسکی وجہ سے علماء اہل اسلام سے کسی نے اس پر عمل نہیں کیا۔وہ روایت یہ ہے!

''**فی خمس و عشرین من الاهل خمس شیاة**''یعنی زکوۃ پچیس اونٹ میں پانچ بکری ہے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر و عمر رضوان اللہ علیہم ہمیشہ مصاحب اور مشیر اور وزیر آنحضرت ﷺ کے رہے اور ظاہر ہے کہ جس کو جس قدر زیادہ صحبت پیغمبر ﷺ کی میسر ہوئی ہوگی اس کی اسی قدر زیادہ واقفیت احکام اور فتاویٰ میں رہی ہوگی۔اور آنحضرت ﷺ بلا علم کامل کسی کو اپنا مشیر اور وزیر نہ بناتے تھے۔

اب روایت اور فتاویٰ کی حالت بیان کرتا ہوں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے بعد بہت کم زمانہ تک حین حیات تھے اور ابھی عنقریب آنحضرت ﷺ کا زمانہ گذرا تھا اس وجہ سے لوگوں کو روایت کی ضرورت نہ تھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے۔اور حج و عمرہ کے سوا کبھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے جانے کا اتفاق بھی نہ ہوا۔تاکہ دور کے لوگ آپ سے روایت کرتے باوجود اس کے آپ کی روایت سے ایک سو پینتالیس صحیح احادیث ثابت ہیں جو کہ کبار صحابہ کرام نے آپ سے روایت کی ہیں۔اور ان کبار صحابہ کرام میں حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک زیادہ ہوئی۔جو کہ تیس کے قریب تک پیغمبر ﷺ کے بعد حین حیات تھے۔اور دور دور تک آپکو تشریف لے جانے کا اتفاق ہوا۔لوگوں کو زیادہ ضرورت پڑی کہ آپ سے روایت کریں اور اس وقت لوگوں کی رائے میں باہم زیادہ اختلاف بھی ہوا اور باہمی نزاع بھی زیادہ ہوا۔اس وجہ سے بھی زیادہ ضرورت پڑی کہ آپ سے حدیث روایت کی جائے۔تاہم آپکی روایت سے صرف پانچ سو چھیاسی احادیث ثابت ہیں۔جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مدت حیات اور اس وقت کے موانع روایات کا موازنہ دوسرے صحابہ کے زمانے اور موانع روایات کے ساتھ کرتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا علم دوسرے صحابہ کے علم سے کہیں زیادہ تھا۔(فتاویٰ عزیزی ص ۳۷۶،۳۷۷)

ایک دوسرے مقام پر حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں!

''یقیناً معلوم ہے کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ علم قرآن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زائد نہ تھے۔اور یہ امر بالاتفاق مورخین اور اہل سیر کے نزدیک ثابت ہے۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ قرأت میں ایک درجہ میں تھے۔۔۔۔۔اور ایسا ہی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے زیادہ فقیہہ اور زیادہ عالم نہ تھے۔(فتاویٰ عزیزی ص ۳۷۸)

مُلا علی قاری علیہ الرحمہ کا استدلال:

مولانا خلیل الرحمٰن قادری صاحب نے ماہنامہ سوئے حجاز مئی ۲۰۱۰ء کے صفحہ نمبر ۳۰ پر درج ذیل سرخی لگائی ''علمی خیانت کی دوسری مثال'' اور مرقاۃ سے ملا علی قاری علیہ الرحمہ کی جلد نمبر ۱۰ ص ۴۶۹ سے یہ الفاظ لکھے!

''ولکن التخصیص یفید نوعاً من التعظیم و ھو کذالک لانہ بالنسبة الی بعض الصحابة اعظمھم واعلمھم''۔

ترجمہ: لیکن حدیث باب العلم (حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ) کی تخصیص ان کی ایک نوع عظمت کو اجاگر کر رہی ہے اور وہ اسی طرح ہی ہیں کیونکہ بعض صحابہ کی نسبت اعظم واعلم ہیں۔

اسی طرح صفحہ نمبر ۳۱ پر لکھتے ہیں!

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ! **''اللھم الا ان یختص بباب القضاء فانہ ورد فی شانہ انہ اقضاکم کما انہ جاء فی حق الی انہ اقراؤکم ،وفی حق زید بن ثابت انہ افرضکم۔۔۔**الخ

ترجمہ: مگر یہ کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو باب قضا کے ساتھ مخصوص کر دیا جائے کیونکہ ان کی شان میں حضور ﷺ نے فرمایا! بے شک وہ (علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ) تمہارے سب سے بڑے قاضی ہیں جیسا کہ حضور ﷺ نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا کہ وہ تمہارے بہترین قاری ہیں۔اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا وہ میراث کے سب سے بڑے عالم ہیں۔۔۔الخ''(مرقاۃ ج ۱۰ نمبر ۴۶۹،۴۷۰)اور صفحہ نمبر ۳۳ پر لکھتے ہیں!

''محدثین نے خاصہ مرتضوی کا انکار نہیں شیعہ کا رد کیا ہے''۔

صفحہ نمبر ۳۴ پر فرماتے ہیں!

''حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی ان عبارات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے حدیث مدینۃ العلم کی شرح میں باب مدینۃ العلم سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جلالت علمی اور اعلمیت کو لیا ہے۔

جواب:

مولانا خلیل الرحمٰن قادری صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ اپنے مؤقف پر دلائل پیش کیوں نہیں کرتے ہیں؟۔الحمدللہ اہل سنت و جماعت کا نظریہ بالکل واضح ہے کہ علمی حوالے سے حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ کی بڑی شان اور فضیلت ہے اور وہ بڑے علم والے ہیں لیکن حضرات شیخین رضی اللہ عنہم سے اعلم نہیں ہیں اور اس کے برعکس اگر کوئی اپنا عقیدہ بنائے تو محدثین اہل سنت نے ہمیشہ اسکا رڈ کیا ہے۔جبکہ خلیل الرحمٰن قادری صاحب اپنے مضمون میں اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ مولا علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہم سے بھی علم میں افضل و اعلیٰ ہیں۔اور اپنے مضمون میں انھوں نے اسی بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔حالانکہ اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم خلفاء ثلاثہ کے بعد باقی تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے افضل واعلم ہیں۔لہذا مولانا خلیل الرحمٰن قادری صاحب نے اپنے مضمون کی تیسری قسط میں ''علمی خیانت'' کا جو باب باندھا ہے تو ذرا یہ تو بتائیں کہ مُلا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ہمارا مؤقف بیان کیا ہے یا آپ کا؟ یہ جزوی فضیلت ہے یا کلی؟ اور علمی خیانت آپ کی ہے یا مصنف ''ضربِ حیدری'' کی؟۔مُلا علی قاری علیہ الرحمہ نے جو جزوی فضیلت مانی وہ سب سے بڑا قاضی

ہونے کے لحاظ سے ہے کہ یہ ایک نوعیت کا خاصہ ہے۔اور اسکو بھی ضرب حیدری میں بطور خاصہ مانا گیا ہے۔
محترم مضمون نگار خلیل الرحمٰن قادری صاحب کو جو غلط فہمی ہوئی ہے وہ یہ کہ آپ سمجھ بیٹھے ہیں کہ مصنف ''ضربِ حیدری'' حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی کثرت علم اور فضیلت کے منکر ہیں حالانکہ ایسا ہر گز نہیں۔اور قادری صاحب کی یہ بھی نادانی ہے کہ کثرت علم کو اعلم سمجھ بیٹھے ہیں۔ہاں اگر آپ نبی کریم ﷺ سے سند صحیح کے ساتھ ایک ایسی روایت پیش کریں جس میں ہو کہ علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ ابوبکر وعمر رضوان اللہ علیہم سے اعلم ہیں تو ہم یقیناً اسے تسلیم کریں گے۔اور اسکے برعکس آپ جن روایات سے استدلال کر رہے ہیں ان سے علماء اہل سنت نے یہ استدلال نہیں کیا اور اجماعی عقیدے کے خلاف بھی ہے لہذا مردود ہے۔
قسط نمبر ۳ مئی ۲۰۱۰ء کے آخر میں صفحہ نمبر ۴۶ پر ایک روایت لکھتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا!''اعلم امتی بعدی علی ابن ابی طالب''یعنی میرے بعد میری اُمت میں سب سے بڑا عالم علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔(فردوس الاخبار الجز الاول ص ۲۱۴ رقم ۱۴۹۴)
جواب:اس روایت کو قادری صاحب اگر باسند لکھتے تو یہ واضح ہو جاتا کہ یہ روایت صحیح ہے یا موضوع اور اس سے جو استدلال انھوں نے اخذ کیا ہے وہ صحیح ہے یا غلط۔پھر بخاری شریف میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم کے حوالہ سے الفاظ موجود ہیں کہ''اعلمنا''صحابہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سب صحابہ سے اعلم سمجھتے تھے۔اسکے مقابلہ میں فردوس الاخبار کی بے سند روایت پیش کرنا کہاں کا انصاف ہے؟ حالانکہ یہ روایت درست نہیں۔امام بخاری،ابو الحسن اشعری،ابن کثیر،جلال الدین سیوطی،ابن حجر مکی،بدر الدین عینی،شاہ عبد العزیز محدث دہلوی،اعلیٰ حضرت محدث بریلوی،علامہ سید محمود احمد رضوی،علامہ غلام رسول سعیدی وغیرہم جیسے صاحب علم وفضل علماء ومحدثین لکھتے ہیں!ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے زیادہ علم والے تھے۔کیا ان بزرگوں کو فردوس الاخبار والی روایت کا علم نہیں تھا؟ کیا مولانا خلیل الرحمٰن قادری صاحب ان جلیل القدر محدثین اور علماء اہل سنت سے زیادہ علم والے ہیں؟ یقیناً نہیں۔اسی لیے ہم ان سلف صالحین کی تحقیقات پر عمل کرتے ہیں۔اور ہمیں قادری صاحب پر اعتماد نہیں کیونکہ حضرت جھوٹی روایات سے اُمت کے مخالف استدلال کرتے ہیں۔اور اہل علم کا یہ شیوا نہیں کہ وہ اپنے سلف سے ہٹ کر جھوٹی روایات کا سہارا لے کر اُمت کو گمراہ کریں۔
''اصحابی کالنجوم''پر آپکی جرح کرنے کا کوئی فائدہ نہیں اس لیے کہ کسی بھی روایت کو جانچنے کا جو طریقہ اُصول فقہ میں ہے کہ روایت کو دیکھا جائے گا کہ وہ قرآن کریم کے مطابق ہے تو ٹھیک اور اگر بظاہر مخالف ہو تو حدیث میں تاویل کی جائے گی اور اگر تاویل ممکن نہ ہو تو اس روایت کو چھوڑ دیا جائے گا اور قرآن کریم پر عمل کیا جائے گا۔جیسا کہ میر عبد الواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!
''رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے''اذا رویتم بالحدیث فھو ان کان موافقا بالقرآن فاقبلوہ والاّ فردوہ''یعنی تم سے میری کوئی حدیث بیان کی جائے تو اگر وہ قرآن کے موافق ہو تو قبول کرو ورنہ اسے چھوڑ دو۔(سبع سنابل ص ۵۱)
لہذا اصحابی کالنجوم قرآن کے موافق ہے اس لیے ضعیف ہونے کے باوجود محدثین نے قبول فرمائی۔اور جس کو علماء ومحدثین قبول فرمائیں تو پھر اسکا ضعف نہیں دیکھا جاتا۔اسکی کئی مثالیں موجود ہیں عقل والے کیلیے اشارہ کافی ہے۔
امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور مذہب اہل سنت وجماعت:
امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ سے لوگوں نے مذہب اہل سنت وجماعت کے بارے میں پوچھا تو فرمایا!''و تفضل الشیخین و تحب الختنین و تری المسح علی الخفین''۔یعنی مذہب اہل سنت وجماعت یہ ہے کہ تم ابوبکر صدیق اور فاروق اعظم رضوان اللہ علیہم کو فضیلت دو اور حضرت عثمان غنی اور مولا علی رضوان اللہ علیہم سے محبت کرو اور موزوں پر مسح جائز جانو۔(سبع سنابل ص ۶۰)
میر عبد الواحد بلگرامی علیہ الرحمہ آگے لکھتے ہیں!
''جو شخص حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو خلیفہ نہ مانے وہ خارجی ہے اور جو شخص انھیں حضرت امیر المومنین ابوبکر اور عمر رضی اللہ

عنہما پر فضیلت دے وہ رافضیوں میں سے ہے''۔(سبع سنابل ص ۶۲)
دوسرے مقام پر لکھتے ہیں!

''پس جب کہ صحابہ کا اجماع جو نبیوں کا وصف رکھتے ہیں اس امر پر ہوا کہ شیخین کو فضیلت حاصل ہے اور علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ خود بھی اس اجماع سے متفق اور اس میں شریک ہیں تو تفضیلی اپنے اعتقاد میں ضرور غلطی پر ہیں''۔(سبع سنابل مترجم ص ۳۷ طبع فرید بک سٹال لاہور)

ماہنامہ منہاج القرآن کی تنگ بندی:

مولانا خلیل الرحمٰن صاحب کی حمایت کرتے ہوئے ماہنامہ منہاج القرآن لاہور کے ایڈیٹر ڈاکٹر علی اکبر قادری الازہری صاحب نے جون، ۲۰۱۰ء کے شمارہ میں ''فضیلت سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ اور عقیدہ اہل سنت'' کے عنوان سے ایک مضمون تحریر کیا۔ جو کتاب ضرب حیدری کے خلاف تھا مگر افسوس کہ اپنے موضوع سے ہٹ کر دلائل دیتے رہے۔ ہم محترم ڈاکٹر صاحب سے پوچھتے ہیں کہ جناب آپ یہ بتائیں کہ ضربِ حیدری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل کا کہاں انکار کیا گیا ہے؟ اور کون انکی شان کو کم کر رہا ہے؟ اور آپ یہ کیوں سمجھ رہے ہیں کہ مصنف ضربِ حیدری اور اس پر تقاریظ لکھنے والے علماءِ شیخین کی تفضیل من جمیع الوجوہ مانتے ہیں۔ برائے مہربانی آپ کتاب ضربِ حیدری کا بغور مطالعہ کریں تو آپ کو نظر آجائے گا کہ اس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے خصائص وفضائل بدرجہ اتم موجود ہیں۔ امام اہل سنت محدث بریلوی علیہ الرحمہ کی بات بھی سن لیں آپ فرماتے ہیں!

''واللہ یغفر لی ان آیات طیبات سے ثابت کہ علم باعث فضل اور مثل ایمان موجب رفع درجات ہے۔ اور پھر ظاہر کہ زیادت سبب باعث زیادت مسبب، پس جس قدر علم بیش فضیلت افزوں اور احادیث وآثار سے ثابت کہ جناب شیخین رضی اللہ عنہما کے برابر صحابہ میں کسی کو علم نہ تھا بلکہ اعلمیت صدیق تو قرآن عزیز سے ثابت''۔(مطلع القمرین ص ۹۸ مطبوعہ جامع اسلامیہ کھاریاں)

اب ذرا اس اقتباس کو پڑھیے اور بتائیے کہ اہل سنت اور امام اہل سنت محدث بریلوی علیہ الرحمہ کا عقیدہ کیا ہے۔ نہ تو ہم شیخین کی فضیلت ہر لحاظ سے مانتے ہیں ورنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خصائص کیوں مانتے۔ لہذا عوام کو اُلّو نہ بنائیں اور رافضیوں کے ساتھ گٹھ جوڑ کر کے اہل سنت کی پہچان کو داغدار نہ کریں۔ جیسا کہ آپ کے شیخ الاسلام پروفیسر طاہر القادری صاحب نے سنی شیعہ عوام سے خطاب کرتے ہوئے کہا!

''تم دونوں آپس میں شیر وشکر ہو جاؤ اور جو کوئی مُلّاں ملوانا تمہیں دو کرنے آئے اُسے دو کر دو''۔

ذرا پروفیسر صاحب سے پوچھ کر بتائیں کہ جن کے نام پر قادری کہلواتے ہو انھیں کی ''غنیۃ الطالبین'' پڑھ لو۔ انھوں نے تو اہل سنت اور شیعہ کو دو کیا ہے تو پھر کیا حضرت غوث پاک پر بھی فتویٰ لگاؤ گے۔

جولائی کے شمارہ میں ڈاکٹر علی اکبر قادری الازہری صاحب نے خلافت علی رضی اللہ عنہ پر بات چھیڑی اور حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی علیہ الرحمہ کی کتاب ''تصفیہ مابین سنی وشیعہ'' کے حوالے کوڈ کیے۔

محترم ڈاکٹر صاحب سے گذارش ہے کہ آپ تو ضربِ حیدری کا ردّ لکھنے بیٹھے تھے مگر کیا ضرب حیدری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار ہے؟ اور اگر آپ شیعہ کا ردّ کر رہے تھے جو خلفاء ثلاثہ کی خلافت کا انکار کرتے ہیں تو پہلے اپنے شیخ الاسلام صاحب سے تو پوچھ لیا ہوتا کہ یہ بات لکھوں کہ نہیں کیونکہ آپ تو اہل سنت اور شیعہ کو دو کرنے لگے ہیں کہیں شیخ الاسلام صاحب آپ کو دو نہ کر دیں۔ اللہ تعالیٰ حقیقت کی سمجھ عطا فرمائے۔

محترم ڈاکٹر صاحب نے یہ بھی لکھا کہ!''بہت سارے علماء نے ضرب حیدری کی خوب خبر لی''۔ تو کیا ڈاکٹر صاحب مولانا خلیل الرحمٰن صاحب کو بہت بڑا عالم مانتے ہیں جن کو یہ بھی نہیں پتہ کہ اہل سنت اور رافضیوں کے عقیدہ میں کیا فرق ہے۔ اور انھی کی تقلید میں بلا سوچے سمجھے لکھے جا رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے علم وعمل کا تو ان کے چہرے پر موجود داڑھی دیکھ کر ہی پتہ چل جاتا ہے کہ حضرت کا دعویٰ محبت کس سے ہے مولا علی سے یا پھر رافضیوں سے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمائے۔ (جاری ہے)

امیر مدینہ

سید الشہداء حضرت سیدنا حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ

رئیس التحریر والتقریر جناب علامہ حافظ محمد نصر اللہ صاحب آسوی حسینی (سیالکوٹ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت سیدنا حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو یعلی، ابو عمارہ ہے۔ القابات: اسد اللہ واسد رسولہ (اللہ اور اس کے رسول کے شیر) اور سید الشہداء ہیں مقام ولادت مکہ المکرمہ سن ولادت: ۵۶۷ء تقریباً کیونکہ ایک روایت کے مطابق آپ حضور ﷺ سے دو سال اور ابن سعد کے مطابق چار سال پہلے پیدا ہوئے۔

حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کا نبی کریم ﷺ سے تعلق:

حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ ﷺ سے تین طرح کی رشتہ داری تھی (۱) حقیقی چچا تھے (۲) رضائی بھائی تھے کیونکہ ابولہب کی لونڈی حضرت ثویبہ نے آپ دونوں کو دودھ پلایا تھا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول کریم ﷺ سے عرض کی گئی کہ یا رسول اللہ آپ حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی لڑکی کو نکاح کا پیغام کیوں نہیں دیتے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رضاعت کی حیثیت سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ میرے بھائی ہیں۔

(۳) اور خالہ زاد بھائی بھی تھے۔ حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ہالہ بنت اہیب بن عبد مناف رسول اللہ ﷺ کی والدہ آمنہ بنت وہب بن عبد مناف کی چچا زاد بہن تھیں اس لحاظ سے آپ رسول اللہ ﷺ کے خالہ زاد بھائی تھے۔

س حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کب ایمان لائے؟ ایمان لانے کا سبب کیا تھا؟

نبوت کے دوسرے سال۔ ایمان لانے کا سبب نبی پاک ﷺ کی محبت تھی جب ابوجہل نے حرم کعبہ میں نبی پاک ﷺ کو بہت زیادہ برا بھلا کہا تو یہ باوجود اس کے کہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن جوشِ غضب میں آپے سے باہر ہو گئے اور حرم کعبہ میں جا کر ابوجہل کے سر پر اس زور کے ساتھ اپنی کمان سے ضرب لگائی کہ اس کا سر پھٹ گیا اور ایک ہنگامہ مچ گیا ابوجہل کا سر پھاڑنے کے بعد بلند آواز میں کلمہ پڑھا اور قریش کے سامنے زور زور سے اعلان کرنے لگے کہ میں بھی مسلمان ہو چکا ہوں۔ اب کسی کی مجال نہیں کہ میرے بھتیجے کو آج سے کوئی برا بھلا کہہ سکے۔

س دربار نبوت سے آپ کو اسد اللہ واسد رسولہ (اللہ اور اس کے رسول کے شیر) کا لقب کب عطا ہوا۔ ج غزوۂ احد کے دن

علامہ نور الدین سمہودی فرماتے ہیں: روایت کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش مبارک پر کھڑے ہوئے جب کہ آپ کا مثلہ کیا گیا تھا آپ کی ناک اور کان کاٹ دیئے گئے تھے، پیٹ مبارک بھی چاک کر دیا گیا تھا نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا (حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی بہن) کے حزن وملال اور رنج وغم کا خیال نہ ہوتا اور اگر یہ خدشہ نہ ہوتا کہ لوگ اس کو سنت بنالیں گے تو میں ان کو اسی طرح چھوڑ دیتا کہ پرند اور درندان کو کھاتے، اے حمزہ تجھ جیسی مصیبت مجھے کبھی نہیں پہنچے گی پھر فرمایا: میرے پاس جناب جبریل آئے اور مجھے خبر دی کہ بیشک حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ (کا نام) ساتوں آسمانوں میں لکھا ہوا ہے۔

﴿حمزةُ بن عبدالمطلب اَسدُ اللهِ وَاَسَدُ رَسولِهِ﴾ حضرت حمزہ بن عبد المطلب اللہ اور اس کے رسول کے شیر ہیں۔ پھر نبی کریم ﷺ نے حکم دیا

اور چادر سے ان کا چہرہ ڈھک دیا گیا پھر ان پر نماز جنازہ پڑی اور ان پر ستر تکبیریں پڑھیں اور دفن کر دیا۔(وفاء الوفاء (عربی) جلد ۳ ص ۹۳۵ مطبوعہ بیروت دار الکتاب العلمیہ)

اسی جگہ کھڑے کھڑے یہ فرمایا کہ خدا کی قسم کہ خدا نے مجھ کو کافروں پر غلبہ دیا تو تیرے بدلے میں ستر کافروں کا مثلہ کروں گا آپ اس جگہ سے ہٹے بھی نہ تھے کہ یہ آیت شریفہ نازل ہوگئی ﴿وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِيْنَ﴾ اور اگر بدلہ لو تو اتنا ہی لو جتنا کہ تم کو تکلیف پہنچائی گئی ہے اور اگر صبر کرو تو بہتر ہے صابرین کے لئے۔(سورہ النحل آیت:۱۲۶) تو رسول اللہ ﷺ نے وہ ارادہ ترک کر دیا اور اپنی قسم کا کفارہ دیا۔(مستدرک الحاکم ومدارج النبوۃ وتفسیر خزائن العرفان)

حضور ﷺ نے حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ خود پڑھائی اور اس شان سے کہ سب سے پہلے حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑھا پھر ایک ایک کر کے ہر شہید کا جسد عنصری حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے پہلو میں رکھ کر ہر ایک کی الگ الگ نماز پڑھی گئی اس طرح حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ پر ستر بار نماز پڑھی گئی۔(طبقات ابن سعد، المستدرک الحاکم حدیث ۲۵۵۷ ج ۲ ص ۱۳۰)

س بعض لوگ اپنے آپ کو سگِ مدینہ کہتے ہیں اور لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ خدا نے تمہیں اشرف المخلوقات بنایا ہے اور تم اپنے آپ کو سگِ مدینہ کہتے ہو۔ان کا یہ اعتراض کس حد تک صحیح ہے؟

ج ان کا یہ اعتراض بالکل غلط اور اپنی جہالت کا ثبوت ہے اگر کوئی کسی کو شیر کہتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ انسان سے درندہ بن گیا ہے بلکہ شیر کی ایک صفت بہادری کی وجہ سے اسے شیر کہا جاتا ہے کیونکہ مشبہ اور مشبہ بہ میں مشابہت جزئی ہوتی ہے کلی نہیں ہوتی بعینہ جو شخص اپنے آپ کو سگ مدینہ کہتا ہے تو اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ وہ اپنے نبی کا وفادار غلام ہے کیونکہ کتے میں یہ صفت بڑی پسندیدہ ہے کہ وہ بھوکا پیاسا رہ کر بھی اپنے مالک کا در نہیں چھوڑتا اور بے وفائی نہیں کرتا اور مالک کے دشمنوں کا دشمن ہوتا ہے۔اور ہم اپنے آپ کو سگ طیبہ کہہ کر نبی کریم ﷺ کے دشمنوں کو خبردار کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے فرمانبردار و وفادار غلام ہیں ان کی بے ادبی و گستاخی نہ کرنا اور جان کی خیر چاہتے ہو تو اپنی زبانیں بند رکھو اگر اپنے آپ کو شیر یا کتا کہنا ناجائز ہوتا تو نبی کریم ﷺ حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو بھی ﴿اَسَدُ اللهِ وَاَسَدُ رَسُوْلِهٖ﴾ اللہ اور اس کے رسول کے شیر نہ کہتے اور مفکر اسلام قبلہ آسی صاحب مجاہدان ختم نبوت کا نام ،، شیران اسلام نہ رکھتے۔

تجھ سے دَردَر سے سگ اور سگ سے ہے — مجھ کو نسبت میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈوڑا تیرا
اس نشانی کے جو سگ ہیں نہیں مارے جاتے — حشر تک میرے گلے رہے پٹکا تیرا (امام احمد رضا)

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں:

سگت را کاش جامی نام بودے — کہ آید بر زبانت گاہے گاہے

ترجمہ: یارسول اللہ کاش آپ کے کتے کا نام جامی ہوتا اور آپ کتے کو جامی کہہ کر بلاتے تو اس طرح میرا نام بھی کبھی کبھی زبان مبارک پر آ جاتا مولانا جامی تو مشہور عاشق رسول تھے اس لئے بارگاہ رسالت میں آپ کی یہ تواضع اور عاجزی تو قابل تعجب نہیں لیکن تعجب تو امیر الوہابیہ مولوی ابراہیم میر سیالکوٹی پر ہے کہ جس نے مولانا جامی کے الفاظ و انداز میں نہ صرف خود سگ مدینہ بن کر مدینہ کے کتوں میں شامل ہونے اور ان میں جگہ پانے کی استدعا کی ہے بلکہ اپنے آپ کو کتے کی نسبت سے بھی کمتر نسبت والا اقرار دیا ہے۔چنانچہ وہ اپنی کتاب "سراجاً منیرا،، کے ص ۱۹ پر لکھتے ہیں: ولنعم ما قال العارف الجامی مولانا جامی عارف باللہ نے کیا خوب فرمایا: تاب وصلت کار پاکاں من از ایشاں نیستم چوں سگانم جائے دہ در سایہء دیوار خویش:

یعنی یارسول اللہ آپ کا وصال و دیدار تو پاک لوگوں کو نصیب ہے اور میں ان میں سے نہیں ہوں۔لہذا جس طرح دیوار کے سایہ میں کتے

بیٹھتے ہیں۔اس طرح مجھے بھی اپنی دیوار کے سائے میں کتوں کے ساتھ جگہ عنایت فرمائیں۔اور امیر اہل حدیث:-مولوی ابراہیم میر سیالکوٹی نے اپنی کتاب سراجا منیرا کے ص۱۰۲ پر یہ شعر نقل کر کے اپنے متعلق مزید لکھا ہے کہ''میں اس نسبت سے بھی کمتر نسبت والا ہوں،،

مخالفین کے چیلے اپنے مولویوں کو شیر پنجاب یا شیر پاکستان کہتے اور لکھتے ہیں جیسا کہ وہابی ثناء اللہ امرتسری کو شیر پنجاب کہتے ہیں (سیرت ثنائی) تو کیا وہ انسان سے درندے بن گئے ہیں اور ان کی چار ٹانگیں اور ایک دم نکل آئی ہے اور وہ شیر کی طرح ننگے رہتے ہیں؟ آخر ان کو شیر کیوں کہا گیا کیا شیر اشرف المخلوقات انسان سے افضل ہوتا ہے شرفِ انسانی کے بالکل برعکس شیر میں''درندگی و بے رحمی،، بھی بہت زیادہ پائی جاتی ہے تو اس کے باوجود شیر کے وصف دلیری کی مناسبت سے جب انسانوں کو شیر اور اللہ کے شیر کہنا جائز ہے تو کتے کے وصف وفاداری و عاجی کی مناسبت سے سگِ مدینہ کہنا کیوں ناجائز ہے۔

دیوبندی مکتبِ فکر کے پیشوا قاسم نانوتوی نے بدیں الفاظ خود کو''سگِ مدینہ،، لکھا ہے کہ

امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید یہ ہے کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار

جیوں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھروں مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مرغ و مار

ہم پہ فتوی لگانے والوں کو اپنے گھر کی خبر لینی چاہئے اللہ تعالیٰ فہم دین عطا فرمائے۔

حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کا دوسرا خطاب:

حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے اَسدُ اللہِ وَاَسَدُ رَسولِہٖ ﴿ اللہ اور اس کے رسول کے شیر کے علاوہ سید الشہدا کا خطاب بھی عطا فرمایا۔ چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ﴿سَیِّدُ الشُّھَدَاءِ عِنْدَ اللّٰہِ یومَ القیامۃِ حمزۃُ حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ اللہ کے نزدیک تمام شہداء کے سردار ہیں۔(المستدرک الحاکم حدیث ۲۵۵۷ ج۲ ص۱۳۰)

س جب حدیث پاک میں حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو سید الشہداء کہا گیا ہے تو پھر امام حسین رضی اللہ عنہ کو سید الشہدا کیوں کہا جاتا ہے؟

ج اس لئے کہ دوسری حدیث میں اس کی صراحت موجود ہے کہ سَیِّدُ الشُّھَدَاءِ

تو حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔مگر عمومی دلائل سے امام حسین رضی اللہ عنہ بھی سَیِّدُ الشُّھَدَاءِ ہیں لیکن امام حسین رضی اللہ عنہ کو بارگاہ نبوت سے خصوصی طور پر سَیِّدا شباب اھل الجنۃ (جنتی نوجوانوں کے سردار) کا خطاب ملا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

سَیِّدُ الشُّھَدَاءِ حمزۃ بن عبدُالمطلب و رجل قام إلی إمام جائر فامرہ و نھاہ فقتلہ شہداء کے سردار حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں اور ہر وہ شخص (سَیِّدُ الشُّھَدَاء) جو ظالم بادشاہ کے سامنے کھڑا ہوا اور اسے نیکی کا حکم دیا اور برائی سے روکا تو اس نے اسے قتل کر دیا۔

(مجمع الزوائد ۷/۲۶۶ طبرانی فی الاوسط حاکم ۴۸۸۴)

حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کا تیسرا خطاب:

نبی کریم ﷺ کی طرف سے حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو تیسرا خطاب ﴿کَاشِفُ الْکُرُبات﴾ تکلیفیں اور مصیبتیں دور کرنے والے یعنی مشکل کشا کا عطا ہوا اس پر دلیل یہ حدیث پاک ہے۔ابن شاذان نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے نبی پاک ﷺ کو حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر جتنا روتے ہوئے دیکھا اتنا کسی کی وفات پر روتے ہوئے نہیں دیکھا۔آپ ﷺ حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر رو رہے تھے ان کو قبلہ کی جانب رکھا پھر ان کے جنازے پر کھڑے ہو گئے اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے حتیٰ کہ رونے کی وجہ سے سسکی بندھ گئی اور فرما رہے تھے ﴿ یاحمزۃُ یا عم رسول اللہ واَسد اللہِ وَاَسَد رَسولہ یاحمزۃ فاعل الخیرات یاحمزۃ

کاشف الکربات یا ذاب عن وجہ رسول اللہ ﷺ اے حمزہ رسول اللہ کے چچا اللہ اور رسول کے شیر اے حمزہ نیک کام کرنے والے اے حمزہ تکلیفوں مصیبتوں کو دور کرنے والے، رسول اللہ کا دفاع کرنے والے۔ (مواہب اللدنیہ ج ا ص ۲۱۲ مفاہیم عربی از علوی مالکی ص ۱۷۸) نبی کریم ﷺ نے انہیں کاشف الکُرُبات کہہ کر پکارا ہے۔ اور وصال کے بعد پکارا ہے اگر حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے لئے کاشف الکُرُباتِ ہو سکتے ہیں تو ہمارے لئے مشکل کشا اور حاجت روا کیوں نہیں ہو سکتے۔ جب صحابی کی یہ شان ہے تو آقا کا مقام کیا ہوگا۔

حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی مشکل کشائی کا سچا واقعہ:

حضرت شیخ علامہ یوسف نبہانی فلسطینی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف ,,جامع الکرامات الاولیاء،، میں حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی غریب نوازی کا ایک واقعہ لکھا ہے۔ حضرت سید جعفر بن حسن برزنجی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ,,نتائج الارتحال والسفر ۰۰۰۰،، میں حضرت شیخ احمد بن محمد دمیاطی متوفی مدینہ منورہ محرم الحرام ۱۱۱۶ھ سے روایت کی کہ شیخ احمد نے فرمایا: میں نے ایک قحط زدہ سال میں مصر سے دو اونٹ خریدے اور اپنی والدہ کے ساتھ سفر حج اختیار کیا۔ حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ حاضری دی، دونوں اونٹ مدینہ منورہ پہنچ کر مر گئے، ہمارے پاس رقم ختم ہو گئی، نہ ہم اونٹ خرید سکتے تھے اور نہ ہی کرایہ پر سواری لینے کے قابل رہے تھے۔ میں تنگ دستی میں حضرت شیخ صفی الدین قاشی کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں ساری کیفیت عرض کر دی، وہ کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمانے لگے کہ آپ ابھی حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر حاضری دیں، وہاں جتنا ہو سکے قرآن پڑھیں اور پھر اوّل تا آخر اپنا حال سنائیں۔ میں نے آپ کے ارشاد کی تعمیل کی اور چاشت کے وقت حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار اطہر پر حاضری دی، شیخ کے حکم کے مطابق قرآن پڑھا اور اپنا حال عرض کیا، ظہر سے پہلے واپس ہوا، بابِ رحمت میں طہارت خانہ سے وضو کر کے مسجد میں داخل ہوا تو والدہ محترمہ کو بیٹھے ہوئے پایا۔ مجھے دیکھ کر فرمانے لگیں ابھی تمہیں ایک آدمی پوچھ رہا تھا، میں نے عرض کیا وہ کہاں ہے؟ فرمایا کہ حرم نبوی ﷺ کے پچھلی طرف گئے ہیں، میں ادھر چلا گیا۔ یکلخت ایک پر ہیبت شخصیت اور سفید داڑھی والے بزرگ سامنے آئے اور مجھے فرمانے لگے، شیخ احمد مرحبا میں نے ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیا، مجھے فرمانے لگے آپ مصر چلے جائیں۔ میں نے عرض کیا آقا کس طرح جاؤں، فرمانے لگے میں کسی آدمی سے آپ کے کرائے کی بات کرتا ہوں، پھر آپ مجھے ساتھ لے کر مدینہ منورہ میں مصری حاجیوں کے خیموں میں گئے۔ آپ نے ایک خیمہ میں داخل ہو کر اس کے مالک کو سلام کیا، تو وہ اٹھ کر کھڑا ہوا، آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور بہت تعظیم کی۔ آپ نے اسے فرمایا کہ شیخ احمد اور اس کی والدہ کو مصر لے جاؤ، آپ نے اسے کرایہ ادا کر دیا اور مجھے فرمانے لگے کہ شیخ احمد تم اپنی والدہ اور سامان کو یہاں لے آؤ، میں تھوڑی دیر میں اپنی والدہ کے ساتھ سامان لے کر واپس خیمہ آ گیا، آپ نے اونٹ والے کو راستہ میں میرے ساتھ اچھائی سے پیش آنے کی نصیحت کی اور اٹھ کھڑے ہوئے، میں بھی آپ کے ساتھ چل پڑا۔ جب ہم مسجد نبوی کے قریب پہنچے تو فرمانے لگے کہ تم اندر چلو، میں مسجد میں داخل ہو کر آپ کا انتظار کرنے لگا، انتظار کرتے کرتے نماز کا وقت ہو گیا لیکن آپ نظر نہ آئے، میں نے بہت تلاش کیا مگر آپ نہ ملے، میں واپس اس مصری اونٹ والے کے پاس آیا اور اس سے آپ کے متعلق دریافت کیا، وہ کہنے لگا کہ میں نے آج سے پہلے انہیں دیکھا بھی نہیں تھا۔ آخر حضرت شیخ قاشی کی خدمت میں حاضر ہوا اور ساری بات بتائی۔ آپ فرمانے لگے کہ وہ حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی روح پاک تھی جو جسمانی شکل میں سامنے آئی تھی۔ (جامع الکرامات اردو ص ۳۹۲ مطبوعہ لاہور)

منگتا کا ہاتھ اٹھتے ہی داتا کی دین تھی | دوری قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

امیر مدینہ بن مانگے عطا کرتے ہیں:

قطبِ مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ شیخ طریقت مولانا غلام قادر اشرفی رحمۃ اللہ علیہ (لالہ موسیٰ

گجرات پنجاب) سے فرمایا کہ جب میں شروع میں مدینہ منورہ آیا توان دنوں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ مجھے سات دن تک فاقہ رہا یہاں تک کہ میرے پاس پانی خریدنے کے لئے بھی پیسہ نہ تھا آخر فاقہ کی شدت سے نڈھال ہوگیا، ساتویں روز ایک پر ہیبت بزرگ آئے ان کے پاس تین مشکیزے تھے۔ ایک میں گھی، دوسرے میں شہد اور تیسرے میں آٹا تھا انہوں نے سامان رکھا اور یہ کہہ کر بازار چلے گئے کہ میں کچھ مزید سامان لے آؤں، کچھ دیر بعد وہ چائے کا ڈبہ اور چینی وغیرہ لے کر واپس آئے اور کہا کہ یہ سب تمہارے لئے ہے، پکاؤ اور کھاؤ، یہ کہہ کر واپس باہر چلے گئے، میں نے دل میں خیال کیا اس بزرگ کو باہر دیکھوں اور کچھ تفصیل معلوم کروں، میں نے فوراً دروازے سے باہر آ کر دیکھا تو وہ غائب تھے، مولانا غلام قادر صاحب نے حضرت مدنی قدس سرہ سے دریافت کیا کہ حضرت آپ کے خیال میں وہ کون تھے؟ آپ نے فرمایا میرے خیال میں وہ شاہ دوجہاں حضور ﷺ کے پیارے چچا سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے کیونکہ مدینہ منورہ کی ولایت انہی کے سپرد ہے۔ (,,قطب مدینہ،، ص ۱۱ ,,تعارف علمائے اہل سنت،، مرتبہ مولانا محمد صدیق ہزاروی)

﴿ کرامات ﴾

س سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی کوئی کرامت بیان کریں

ج سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی مشہور کرامات یہ ہیں:

(۱) فرشتوں نے غسل دیا (۲) قبر کے اندر سے سلام کا جواب (۳) اور قبر کے اندر سے شیخ محمود کو لڑکے کی بشارت دی (۴) قبر میں خون نکلا (۵) حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھنا

(۱) فرشتوں نے غسل دیا: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو ان کی شہادت کے بعد فرشتوں نے غسل دیا اور حضور ﷺ نے بھی اس کی تصدیق فرمائی کہ بے شک میرے چچا کو شہادت کے بعد فرشتوں نے غسل دیا۔ (,,کرامات صحابہ،، از عبد المصطفیٰ اعظمی ص ۹۱، حجۃ اللہ علی العالمین جلد ۲ ص ۸۶۳ بحوالہ ابن سعد)

شہید کو غسل نہیں دیا جاتا ممکن ہے حضرت حنظلہ غسیل الملائکہ کی طرح ان کو بھی غسل کی حاجت ہو اور فرشتوں نے اس بنا پر غسل دیا ہو۔ بہر حال اس میں شک نہیں کہ ایک صحابی کو غسل دینے کے لئے آسمان سے فرشتوں کا نازل ہونا اور اپنے نورانی ہاتھوں سے غسل دینا یہ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ایک بہت ہی عظیم الشان کرامت ہے۔

(۲) قبر کے اندر سے سلام کا جواب: حضرت فاطمہ خزاعیہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں ایک دن سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کے لئے گئی اور میں نے قبر انور کے سامنے کھڑے ہو کر السلام علیک یا عم رسول اللہ کہا تو آپ نے بہ آواز بلند قبر کے اندر سے میرے سلام کا جواب دیا جس کو میں نے اپنے کانوں سے سنا۔ بیہقی شریف، خصائص کبریٰ جلد ۲ ص ۳۶۴ باب ماوقع فی غزوۃ احد، حجۃ اللہ ۲ ص ۸۶۳، وفاء الوفاء ج ۳ ص ۹۳۳ (عربی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شہداء احد کے بارے میں فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے نزدیک شہداء ہیں تم ان کی زیارت کرو اور انہیں سلام کرو اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے قیامت تک جو بھی ان کو سلام کرے گا تو یہ اس کے سلام کا جواب دینگے۔ (بیہقی شریف، خصائص کبریٰ جلد ۲ ص ۳۶۳ باب ماوقع فی غزوۃ احد) معلوم ہوا کہ شہید زندہ ہیں ہمارے سلام سنتے ہیں اور سن کر جواب بھی دیتے ہیں جب شہید کا یہ مقام ہے تو میرے آقا کا مقام کیا ہوگا۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

(۳) اور قبر کے اندر سے شیخ محمود کو لڑکے کی بشارت دی:

اسی طرح شیخ محمود کردی نزیل مدینہ منورہ نے آپ کی قبر انور پر حاضر ہو کر سلام عرض کیا تو آپ نے بہ آواز بلند قبر کے اندر سے ان کے سلام کا جواب دیا اور ارشاد فرمایا: اے شیخ محمود تم اپنے لڑکے کا نام میرے نام پر ,,حمزہ،، رکھنا۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو بیٹا دیا تو اس کا نام ,,حمزہ،، رکھا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین جلد ۲ ص ۸۶۳ بحوالہ کتاب باقیات الصالحات)

سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی کرامت دیکھو کہ اپنی قبر شریف کے اندر رہتے ہوئے یہ معلوم تھا کہ ابھی شیخ محمود کے کوئی بیٹا نہیں ہے مگر آئندہ خدا ان کو فرزند عطا کرے گا جبھی تو فرمایا: اے شیخ محمود تم اپنے لڑکے کا نام میرے نام پر ,,حمزہ،، رکھنا۔ اور اس کو بشارت اور سلام کے جواب کو سب حاضرین نے اپنے کانوں سے سنا۔ اس کرامت سے اس مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے کہ شہداء کرام اپنی اپنی قبروں میں پورے لوزم حیات کے ساتھ زندہ ہیں اور ان کے علم کی وسعت کا یہ حال ہے کہ وہ یہاں تک جان اور پہچان لیتے ہیں کہ آدمی کی پشت میں جو نطفہ ہے اس سے پیدا ہونے والا بچہ لڑکا ہے یا لڑکی۔ اگر ان کو بالیقین معلوم نہ ہوتا کہ لڑکا ہی پیدا ہوگا تو آپ کس طرح لڑکے کا نام اپنے نام پر رکھنے کا حکم دیتے۔ واللہ اعلم

(۴) قبر میں خون نکلا:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی حکومت کے دوران مدینہ منورہ کے اندر نہر کھودنے کا حکم دیا تو ایک نہر سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار اقدس کے پہلو میں نکل رہی تھی لاعلمی میں اچانک نہر کھودنے والوں کا بیلچہ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قدم مبارک پر پڑ گیا اور آپ کا قدم مبارک کٹ گیا تو اس سے تازہ خون بہہ نکلا۔ حالانکہ آپ کو دفن ہوئے ۴۶ چھیالیس سال گزر چکے تھے۔ (حجۃ اللہ علی العالمین جلد ۲ ص ۸۶۴ بحوالہ ابن سعد، وفاء الوفاء ج ۳ ص ۹۳۸، اصابہ از ابن حجر عسقلانی ج ۱ ص ۳۵۳) (کرامات صحابہ ص ۹۲)

وفات کے تازہ خون بہہ نکلنا یہ دلیل ہے کہ شہداء کرام اپنی قبروں میں پورے لوازم حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔

(۵) حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھنا:

ایک مرتبہ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھنے کی بارگاہ رسالت میں درخواست پیش کی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آپ نہ دیکھ سکیں گے۔ عرض کیا آپ میرے شوق پورا فرمادیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے تو تھوڑی ہی دیر بعد حضرت جبریل علیہ السلام حرم کعبہ میں نصب شدہ اس لکڑی پر اترے جس پر مشرکین بوقت طواف کپڑے لٹکایا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چچا جان وہ دیکھئے، تو انہوں نے اپنی نگاہ اٹھائی حضرت جبریل علیہ السلام دونوں پاؤں سبز زبرجد کے دیکھے اور بے ہوش ہو کر گر گئے (خصائص ج ۱ ص ۲۰۸ (عربی) بحوالہ ابن سعد اور بیہقی)

س سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کس مہینہ اور سن میں شہید ہوئے

ج ۱۵ شوال تین ہجری ہفتہ کے دن شہید ہوئے شہادت کے وقت ان کی عمر ۵۹ انسٹھ سال تھی۔

س سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل کا نام کیا تھا جب وہ مسلمان ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں کیا حکم دیا تھا

ج قاتل کا نام وحشی تھا اور جب وہ مسلمان ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا: تو اپنے چہرے کو مجھ سے غائب رکھنا۔

س حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے کے بعد کونسا اچھا کارنامہ انجام دیا؟

ج اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں مدعی نبوت مرتد مسیلمہ کذاب کو قتل کیا اور فرماتے تھے میں نے جاہلیت میں خیر الناس (حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ) کو قتل کیا اور اسلام میں شر الناس (مسیلمہ کذاب) کو۔

عظمت والدہ

رئیس التحریر جناب محمد منشا تابش قصوری صاحب مدظلہ

ہے سرا سر رب کی نعمت والدہ
پاک سیرت ، نیک طینت والدہ
انسان تو انکار کر سکتا نہیں
نعمتوں کی ماں ہے نعمت والدہ
منفرد ، ممتاز ہے ہر ایک سے
واہ کیا ہے مال و دولت والدہ
ہر نظر حج کی سعادت پائے گا
جس کو حاصل ہے زیارت والدہ
شان و شوکت عزت و راحت ملے
جو کرے دن رات خدمت والدہ
جس نے پالا پوسا اپنے خون سے
تھی سراپا مہر و شفقت والدہ
اس جہاں میں جوبھی آیا چل دیا
سب سے بھاری دکھ ہے فرقت والدہ
آپ بھی اس دکھ سے ہیں دوچار اب
پھر بھی پائیں فیض و برکت والدہ
رات دن جو ذکر رب میں محو تھی
دے گئی وہ آہ فرقت والدہ
اب تمہارے واسطے ہے آسوۤی
مرکزِ راحت ہی تربت والدہ

آپ کے غم میں ہے تابش ساتھ ساتھ
بس دعا ہے پائے جنت والدہ

==

محترم المقام حضرت مولانا ممنون آسوی حسینی زید مجدکم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مزاج گرامی!

آپ کی والدہ ماجدہ مرحومہ کی خبر تو یوم وصال پر مولانا حافظ سجاد احمد سلمہ ربہ تعالیٰ نے کردی تھی مگر اس وقت راقم کو حضرت الحاج صاحبزادہ میاں جمیل احمد نقشبندی مجددی شرقپوری دامت برکاتہم العالیہ نے شرقپور بلایا تھا۔

اور یہ المناک خبر ان کی موجودگی میں سننا پڑی۔ موصوف نے دریافت فرمایا تو سنتے ہی انہوں نے بڑی رقت سے دعائے مغفرت فرمائی۔ میاں صاحب آجکل علیل ہیں۔ چند قدم سہارے سے چلتے ہیں کبھی کبھی کہیں جانا پڑ جائے تو اپنی کار سے کام لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بجاہ حبیبہ الاعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا سایہ قائم رکھے اور صحت وتندرستی کی نعمت سے نوازے آمین!

آپ کی والدہ ماجدہ مرحومہ کی دینی، ملی خصوصاً طلبائے کرام کے ساتھ اپنے بچوں سے بھی زیادہ شفقت ومحبت کے متعلق ''الحقیقہ'' کے تازہ شمارہ میں مولانا مفتی محمد شاہد اقبال آسوی زید علمہ وعملہ کا دوصفحات پر مشتمل مضمون پڑھ کر بڑا متاثر ہوا۔ موصوف نے مختصر مگر جامع اوصاف سے قارئین ''الحقیقہ'' کو آگاہ فرمایا اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

دعا ہے رب العزت اپنے پیارے حبیب ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے والدہ ماجدہ مرحومہ کو امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنھن اور صالحات کے معیت سے بہرہ مند فرمائے۔ آپ کے تمام اقارب اور طلبائے جامع کو صبر جمیل، اجر جزیل عطا فرمائے (آمین)

محترم المقام جناب عطاء الحق نقشبندی آسوی مدظلہ اور دیگر حاضر رفقائے ادارہ سے سلام مسنون

شریک غم
محمد منشا تابش قصوری
۱۰ شوال المکرم ۱۴۳۱ھ

اخلاقی محاسن اور اس کے اچھے اثرات

......﴿ حضرت علامہ ایاز احمد مصباحی ﴾......

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام ایک ہمہ گیر اور مکمل ضابطہ حیات ہے۔ جہاں وہ عقائد و عبادات کی تعلیم دیتا ہے اور تزکیہ نفس کا طریقہ سکھاتا ہے وہیں حسنِ اخلاق اور حسنِ معاشرت کا طریقہ وسلیقہ بھی سکھاتا ہے اور انہیں غیر معمولی اہمیت دیتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اپنی بعثت کا مقصد مکارم اخلاق اتمام بتایا ہے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں

بعثت لٲتمم مکارم الاخلاق (موطاء امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

حضرت امام غزالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اخلاق کی تعریف بیان فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں" خلق نفس کی اس حیثیت کا نام ہے۔جس میں بلا تکلف تمام اخلاق صادر ہوں اگر اقوال شرعاً وعقلاً عمدہ ہوں تو اس حیثیت کو خلق نیک اور اگر افعال بد ہوں تو قابلِ مذمت ہیں تو انہیں بد کہتے ہیں۔(احیاء العلوم جلد ۳ ص ۵۶)

حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں" اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسنِ خلق یہ ہے کہ تم اس کے تمام اوامر کو بجالاؤ اور ممنوعات کو ترک کرو اور عام حالات میں بغیر کسی استحقاق کے اس کی اطاعت کرو اور بغیر تردد کے اپنے اپنے تمام مقدرات اسی کے سپرد کرو اور بغیر کسی شرک کے اس کو ایک تسلیم کرو اور بغیر کسی شک کے اس کو وعدہ میں سچا جانو" (غنیۃ الطالبین ۶۵۶)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا

انک لعلیٰ خلق عظیم ترجمہ: بے شک آپ کے اخلاق عظیم الشان ہیں

حسنِ اخلاق بندے کی تمام صفتوں میں افضل صفت ہے۔اس سے جوانمردوں کے جوہر نمایاں ہوتے ہیں انسان اپنی جسمانی بناوٹ کے لحاظ سے پوشیدہ ہے۔لیکن اپنے اخلاق کے لحاظ سے ظاہر و نمایاں ہے۔بعض محققین نے کہا ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنے رسول ﷺ کو معجزے کرامتیں اور بہت سے فضائل خاص طور پر عطا فرمائے ،لیکن ان فضائل میں سے کسی ایک بھی ایسی تعریف نہیں کی جیسا آپ کے اخلاق عظیم کے مرتبے کو بیان فرمایا یعنی ارشاد فرمایا

انک لعلیٰ خلق عظیم ترجمہ: بے شک آپ کے اخلاق عظیم الشان ہیں

بعض محققین کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے حسنِ خلق کی تعریف اس لئے فرمائی کہ آپ نے دونوں جہان بخش دیئے اور خدا پر ہی اکتفا کیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ خلق عظیم یہ ہے کہ کمال معرفتِ الٰہی کی بنا پر کسی سے جھگڑا نہ کیا جائے ،نہ کوئی اس سے جھگڑے۔یعنی نہ کسی سے اپنا حق مانگے کہ اس کے باعث جھگڑا کرنا پڑے اور نہ کسی کی حق تلفی کرے کہ دوسرا اس کے باعث اس سے جھگڑا کرے۔بعض حضرات نے خلق عظیم کی تعریف یہ کی

ہے کہ حق کی معرفت کے بعد دوسرے لوگوں کے برے اخلاق اس پر اثر انداز نہ ہوں۔ حضرت ابو سعید خدری نے فرمایا کہ حسنِ خلق یہ ہے کہ آدمی کے ارادے کے سامنے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہ ہو (غنیۃ الطالبین ۶۵۵)

ساری دنیا کو اپنے دامن میں سمیٹنا اگرچہ مشکل معلوم ہوتا ہے مگر انسان کی زندگی میں ایک ایسا قانون قابلِ لحاظ ہے کہ اگر اس پر انسان کاربند ہو جائے تو ایک دن دنیا اس کی گرویدہ ہو جائے گی۔ قانون یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ، ان کیساتھ محبت وعزت سے پیش آنا اور اپنا دل دوسروں کے لئے نرم رکھنا، اسی کا نام اخلاق ہے۔ حضور محسنِ انسانیت رحمۃ للعالمین ﷺ ارشاد فرماتے ہیں ''اعمال کے ترازو میں خوش اخلاقی سے زیادہ بھاری کوئی چیز نہیں ہے''۔ دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں ''تم میں سے سب سے اچھے وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں''۔ واقعی اچھے اخلاق سے آدمی شائستہ اور مہذب کہلانے لگتا ہے بالکل جیسے سورج نکلتا ہے تو چاروں طرف روشنی پھیل جاتی ہے اور ریگستان میں آبِ شیریں موجبِ برکات ہوتا ہے۔ اسی طرح اخلاق کا بھی حال ہے آدمی کسی سے محبت کی بات کرتا ہے پڑوسیوں کے دکھ درد میں شریک ہوتا ہے، کسی سے اخلاق سے پیش آتا ہے تو وہ مثل آفتاب چمکنے لگتا ہے۔ ہر کوئی اس کے گن گاتا ہے اور شاذ و نادر ہی ایسے آدمی کو کسی کام میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ حسنِ اخلاق اور حسنِ معاشرت کے باب میں واقعات بے شمار ہیں۔ بلادِ عرب وعجم میں اسلام کی ترویج واشاعت میں حُسنِ اَخلاق کا بہت نمایاں اور تاریخ ساز کردار رہا ہے۔ اگر یہ لکھا جائے کہ اسلامی شجر کی تخم ریزی سے آبیاری تک کا مرحلہ حسنِ اخلاق کا مرہونِ منت ہے تو یہ مبالغہ نہیں بلکہ تاریخی صداقتوں کا برملا اظہار ہوگا۔

حضور نبی کریم ﷺ کی سرتِ طیبہ سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے کلمہ حق بلند کیا تو سب دشمن ہو گئے۔ برا بھلا کہنا آوازیں کسنا، راستے میں کانٹے بچھانا روزانہ کا معمول تھا۔ حضور اقدس ﷺ کا اخلاق ملاحظہ ہو کہ ایسی حرکتوں پر غصہ نہیں ہوتے بلکہ اور محبت و شفقت سے پیش آتے۔ کوئی بیمار ہو جاتا تو مزاج پرسی کرتے، عیادت کو جاتے۔ مکہ میں جب آپ گزرتے تھے تو مستقل ایک گھر سے آپ ﷺ کے اوپر کوڑا کرکٹ کی بوچھار ہوتی۔ ایک دن معمول میں فرق آ گیا تو محسنِ انسانیت رحمۃ للعالمین ﷺ نے فوراً مزاج پرسی فرمائی۔

ایک یہودی حضور محسنِ انسانیت رحمۃ للعالمین ﷺ کا مہمان ہوا۔ گھر میں جتنا کھانا پکا تھا وہ اس نیت سے سب کا سب کھا گیا تا کہ گھر والے بھوکے رہیں۔ رات کو اسے بدہضمی ہو گئی تو اس نے کوٹھری ہی میں رفع حاجت کی اور بستر بھی گندہ کر دیا پھر صبح سویرے اٹھ کر اس خوف سے روانہ ہو گیا کہ کہیں کوئی اس کی شرارت کو دیکھ نہ لے۔ جلدی میں وہ اپنی بیش قیمت تلوار وہیں بھول گیا۔ راہ میں اس کی یاد آئی تو واپس ہوا، کیا دیکھتا ہے کہ اس کی غلاظت کو حضور ﷺ خود اپنے دست مبارک سے صاف کر رہے ہیں جب حضور ﷺ نے اسے دیکھا تو کچھ نہ کہا بلکہ محبت سے اس کا حال پوچھا اور تلوار نکال کر دی۔ حضور محسنِ انسانیت کا یہ فعل اور آپ ﷺ کا یہ اخلاق کریمانہ دیکھ کر یہودی مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

حسنِ اخلاق کی فضیلت: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا خلق قرآن تھا۔ ایک شخص نے حضور علیہ السلام سے حسنِ خلق کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی

خذ العفو و امر بالمعروف و اعرض عن الجاهلين. ترجمہ: درگزر کرنا اختیار کرو نیکی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔

پھر حضور اکرم محسنِ انسانیت پیکرِ خلوص وللّٰہیت ﷺ نے فرمایا کہ حسنِ خلق یہ ہے کہ تو قطع تعلق کرنے والوں سے صلح رحمی کرے جو تجھے

محروم کرے، تو اسے عطا کرے اور جو تجھ پر ظلم کرے تو اسے معاف کرے۔

حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے آپ ﷺ نے فرمایا حسنِ اخلاق۔ فرمانِ نبوی ہے "اللہ تعالیٰ نے جس بندے کی پیدائش اور خلق کو بہترین بنایا اسے وہ جہنم میں نہیں ڈالے گا۔

حضرت فضیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ سے عرض کی گئی کہ فلاں عورت رات کو عبادت کرتی ہے دن کو روضے رکھتی ہے مگر وہ بداخلاق ہے اپنی باتوں سے ہمسائیوں کو تکلیف دیتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا اس میں بھلائی نہیں ہے وہ جہنمیوں میں سے ہے۔

اللہ اللہ کیسا عظیم وصف ہے کتنا وسیع المعانی لفظ ہے اس کی وسعت کا اندازہ مندرجہ ذیل اوصاف حمیدہ کی فہرست پڑھ کر لگایا جا سکتا ہے۔

اوصاف حمیدہ: ایمان اخلاص، تدبیر، تفکر، تأمل، اطاعت، استغناء، خوفِ خدا، رضا، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، دعوتِ خیر، ارشادِ حق، اندازِ تفکر، تواضع، صبر، احتساب، یقین، توکل، قوتِ ارادہ، عزم، ثبات، توبہ استعارہ، استخارہ، فراست، زیرکی، عتاب وانصاف، احتیاط، امانت، راست بازی، عبرے پذیری، حیاء، قبول نصیحت، بیدار مغزی۔

جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں کہ حسنِ اخلاق اور حسنِ معاشرت کے باب میں واقعات بے شمار ہیں جنہیں احاطہ تحریر میں نہیں لایا جا سکتا اس لئے درج ذیل سطور میں عہدِ رسالت اور عہدِ خلفائے راشدین اور اولیائے عظام کے چند مشہور واقعات کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

عہدِ رسالت کے چند مشہور واقعات:

(۱)......ایک شخص کا آپ پر قرض تھا اس نے آپ کی خدمت میں آ کر سخت تقاضہ کیا حالانکہ جو وعدہ کا دن تھا وہ اس وقت نہیں آیا تھا جوں جوں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غصہ آ گیا لیکن حضور نے انہیں سمجھایا تمہیں چاہئے تھا کہ مجھ سے قرض ادا کرنے کیلئے کہتے اور اس کو محبت سے سمجھاتے کہ نرمی اختیار کرے جھڑکنا اور غصہ نہیں ہونا چاہئے تھا جاؤ اب اس کا قرض ادا کرو اور ان الفاظ نے جادو کا کام کیا اور وہ یہودی آپ کی نرم دلی اور حسن اخلاق کو دیکھ کر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ اسلامی زندگی کے نشان راہ ص ۵۷)

(۲) عمیر ابن وہب حضور ﷺ کا نانی دشمن تھا مقتولین بدر کا انتقام لینے کیلئے جب سارا قریش بے چین تھا تو ایک بڑے انعام کی لالچ میں اپنی تلوار کو زہر میں بجھا کر مدینے پہنچا تا کہ حضور ﷺ کا کام تمام کر دیا جائے لیکن خدا کی مرضی کہ اس کا راز فاش ہو گیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے ساتھ سختی کرنی چاہی مگر حضور ﷺ نے منع فرما دیا اور اپنے قریب بیٹھا کر اس سے دلجوئی کی باتیں کیں اور کوئی تعرض نہ فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل نے اس کا دل جیت لیا اور وہ شخص جو برا ارادہ لے کر مکہ سے نکلا تھا محسن انسانیت ﷺ کے پاکیزہ اخلاق حد درجہ نرمی اور انتہائی عفو و کرم کو دیکھ کر حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔

(۳) عوالی میں ایک غریب عورت رہتی تھی وہ بیمار پڑی اس کے بچنے کی کوئی امید نہ تھی خیال تھا کہ وہ رات کو کسی وقت مر جائے گی آپ ﷺ نے لوگوں سے کہا کہ وہ مر جائے تو خبر کر دینا اس نے کچھ رات گئے انتقال کیا جنازہ تیار کر کے لایا گیا تو آپ ﷺ آرام فرما رہے تھے صحابہ کرام نے اس وقت زحمت دینی مناسب نہ سمجھی اور رات ہی کو دفن کر دیا صبح کو آپ ﷺ نے دریافت کیا تو لوگوں نے واقعہ عرض کیا آپ ﷺ یہ سن کر اٹھ کھڑے ہوئے اور اسی وقت صحابہ کو ساتھ لے کر اس کی قبر پر جا کر دوبارہ نماز جنازہ ادا فرمائی، ویسے تو یہ ایک معمولی واقعہ

ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ حضور ﷺ دوسروں کی دلجوئی کا کتنا خیال رکھتے تھے اور یہ سوچئے کہ آنحضرت ﷺ کے اس اخلاق اور احسان کو دیکھ کر اس غریب بڑھیا کے پسماندگان کتنے مسرور ہوئے ہوں گے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے محبت بھرے برتاؤ نے ان کے دل کو کس قدر متاثر کیا ہوگا۔

(۴) ایک بڑھیا سر راہ مزدور کی تلاش میں تھی کہ ادھر سے آپ ﷺ نکلے آپ نے اس کی خواہش کے مطابق سامان سر پر رکھا اور جائے سکونت تک پہنچا دیا رخصت کے وقت بڑھیا نے جو آپ کو نصیحت کی وہ بڑی پر لطف ہے اس نے کہا کہ تم اچھے نوجوان معلوم ہوتے ہو دیکھو محمد (ﷺ) کی باتوں میں مت آنا میں نے سنا ہے کہ وہ لوگوں کو اپنے آبائی دین کی باتوں سے پھیر دیتا ہے اس کے بعد اس بڑھیا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پوچھا وہ نام سن کر حیرت میں پڑ گئی اور آپ کے حسن سلوک کو دیکھ کر فوراً ایمان لے آئی۔

یہ صرف ایک ذرا سی خدمت کا کرشمہ تھا جس نے بڑھیا کے مزاج کو بدل دیا اور وہ کافرہ سے مسلمہ ہوگئی اور تھوڑی دیر پہلے جس کو برا کہتی تھی اب ان کے نام کا کلمہ پڑھنے لگی۔ حضور محسن انسانیت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی کا راز اسی جذبہ خدمت میں مضمر ہے اسی سے عرب جیسی اکھڑ قوم میں آپ فیروزمند ہوئے۔

تاریخ رسالت محمدی ﷺ کی اوراق گردانی اور عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کا جائزہ لینے سے یہ حقیقت آشکار ہوجاتی ہے کہ روحوں کو جیتنا اور دلوں کو مسخر کرنا اور لوگوں کی زندگی میں اخلاقی انقلاب پیدا کرنا آپ کا اصل معرکہ تھا چنانچہ اس روش سے حریف زیر ہوتے گئے آپ کے دشمن بھی آپ کے پاکیزہ اخلاق کی وجہ سے آپ کا دم بھرنے لگے اگر آپ کے پاس کوئی برا ارادہ لے کر آتا تو آپ کے پاکیزہ اخلاق حد درجہ نرمی اور انتہائی عفو و کرم کو دیکھ کر حلقہ بگوش اسلام ہو جاتے۔

حضور ﷺ کے یہی وہ اخلاق کریمانہ تھے جسے سنگدل اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر کے نرم نرم تر ہو جاتے اور دامن اسلام کی معطر اور خوش گوار فضا سے اپنے عقیدے کے رشتے کو جوڑنے میں ذرا بھی جھجک محسوس نہیں کرتے اور یہی نہیں بلکہ دامن اسلام سے وابستہ ہو جانے کے بعد محسن انسانیت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و عقیدت الفت و محبت اور جان نثار کا لاثانی اور تاریخ ساز ثبوت بھی فراہم کرتے۔

عقل کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ قطع تعلق کرنے والوں سے صلہ رحمی کی جائے اور ظلم کرنے والوں کو معاف کیا جائے اس لئے کہ آگ سے آگ کبھی نہیں بجھتی۔ لڑائی کے بدلے لڑائی اور جنگ کے بدلے جنگ یہ چھچھورے آدمی کا کام ہے تلوار سے ملک جیتنے کے لئے صلہ رحمی عفو و درگزر اچھے اور پاکیزہ اخلاق کی ضرورت ہے دوسروں پر قابو پانے اپنا دوست بنانے اور روزمرہ کے معاملات کو سکون سے طے کرنے کا اس سے بڑھ کر کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

﴿عہد خلفاء راشدین کے چند مشہور واقعات﴾

(۱) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اطراف مدینہ میں رہنے والی ایک سن رسیدہ بڑھیا کی دیکھ بھال کیلئے جایا کرتے اس کیلئے پانی بھر کر لاتے اور دوسرے کام کر دیا کرتے کچھ دنوں بعد دیکھا کہ کوئی دوسرا شخص آپ سے پہلے آ کر سارے کام کر جاتا ہے بہت کوشش فرمائی کہ خود پہلے پہنچیں مگر نہ ہوسکا ایک بار گھات میں بیٹھے کہ دیکھیں کون آتا ہے دیکھا کہ حضرت ابوبکر ہیں جو ان سے پہلے آجاتے ہیں اس وقت حضرت ابوبکر خلیفہ ہو چکے

تھے (ابن عساکر تاریخ الخلفاء ص ۸۰)

(۲) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک رات گشت کرتے ہوئے مدینے سے دور نکل گئے وہاں دیکھا کہ ایک عورت کچھ پکا رہی ہے اور دو تین بچے اس کے پاس بیٹھے رو رہے ہیں آپ نے عورت سے بچوں کے رونے کا سبب پوچھا تو معلوم ہوا کہ کچھ کھانے کو نہیں ہے بچے بھوک سے تڑپ رہے ہیں ان کی تسلی کیلئے ماں نے خالی ہانڈی چڑھا دی ہے یہ سن کر آپ بے چین ہو گئے اور اسی وقت کھانے کا سامان لینے مدینے آئے اور اپنے کاندھے پر رکھ کر عورت کے گھر تک لے گئے پھر کھانا خود پکایا اور بچوں کو کھلایا اس وقت آپ کو کچھ سکون حاصل ہوا۔

(۳) حضرت علی کے واقعات میں مورخین نے لکھا ہے کہ جس دن ان کی وفات ہوئی اور لوگ ان کو دفن کر کے واپس آ رہے تھے انہوں نے راستے میں ایک اندھے فقیر کو دیکھا جو بھوک سے بے چین تھا اور رو رو کر کہہ رہا تھا کہ کئی دن سے میرا کھانا لانے والا میرے پاس نہیں آیا خدا جانے اس بیچارے پر کیا مصیبت پڑی لوگ اس فقیر کے پاس گئے اور پوچھا تم کس کو یاد کر رہے ہو اس نے کہا کہ چار سال سے ایک آدمی ہر روز میرے لئے کھانا لاتا تھا پہروں میرے ساتھ بیٹھ کر بات کرتا تھا آج تین دن ہوئے کہ وہ نہیں آیا لوگوں نے کہا کہ یہ تو بتاؤ کہ اس کا نام کیا ہے اس نے کہا کہ نام تو اس نے مجھے نہیں بتایا جب کبھی میں نے پوچھا تو یہی جواب دیا کہ نام سے کیا کام۔ فقیر ہوں فقیر کی خدمت کیلئے آتا ہوں فقیر نے حلیہ بتایا تھا اس سے لوگ سمجھ گئے کہ اس فقیر کی خدمت کرنے والے صرف حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ اے فقیر آج تین دن ہوئے کہ اس آدمی کے سر پر ایک ظالم نے تلوار ماردی اور وہ دنیا سے رحلت فرما چکے اور ہم ابھی ابھی اس کو دفن کر کے آ رہے ہیں ادھر فقیر یہ سن کر بے چین ہو گیا اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگا اور لوگوں سے کہا ذرا اس کی قبر تک پہنچا دو، قبر پر پہنچنے کے بعد اندھا فقیر لپٹ لپٹ کر رونے لگا۔

خلافت کے منصب پر فائز ہوتے ہوئے کمال خدمت اور خلوص کے یہ نادر و نایاب واقعات نبی نوع انسان کیلئے تازیانہ عبرت ہیں ایسی خدمت کے اثرات جو حسن اخلاق کے ساتھ انجام پائیں ہمہ گیر ہوتے ہیں۔ ایسی خدمت آدمی کو خدا کی رحمت سے قریب کر دیتی ہے اور جس پر خدا کی رحمت ہوتی ہے وہ دوزخ کیا آگ سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں تمہیں اس شخص کا پتہ بتاتا ہوں جس پر جہنم کی آگ حرام ہے اور وہ آگ پر حرام ہے یہ وہ شخص ہے جو نرم مزاج، نرم طبیعت اور نرم خو ہو۔

نرم مزاج، نرم طبیعت اور نرم خو آدمی ہی دوسرے کی خدمت کر سکتا ہے جب آدمی کے ارد گرد آگ ہی آگ ہو گی اس وقت یہ صفات آگ سے محفوظ رکھیں گی۔ کتنے آدمی ہیں کہ بعض اوقات حسن سلوک کرنے، محبت کے الفاظ بولنے اور کسی غیر کی حاجت روائی میں بخل سے کام لیتے ہیں بلکہ کبھی کبھی ایسی بات بول دیتے ہیں جس سے دوسروں کو تکلیف ہوتی ہے۔ گویا وہ محبت کی سعادت سے محروم ہے انسان کو باہمی ہمدردی، محبت اور خدمت کیلئے پیدا کیا گیا ہے، یہی اس کا شرف، یہی اس کی بزرگی ہے۔ اس سے اس کی فضیلت ہے وہ کسی بھوکے کو کھانا کھلاتا ہے، کسی معذور کی مدد کرتا ہے، کسی بیمار کی عیادت کرتا ہے تو اس کے منازل ترقی کرتے رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جاتا ہے۔ اس سے بڑھ کر دنیا اور آخرت میں اور کیا سعادت ہو سکتی ہے کہ انسان کسی مسکین کو کھانا کھلا کر کسی بیمار کی مزاج پرسی کر کے اپنے آقا کو پا سکے۔ ہمیں چاہئے کہ خدمت خلق اور حسن خلق کو اپنا کر خدا کا قرب حاصل کریں۔

Monthly **AL-HAQIQA** October 2010
Reg.No. C.P.L.169

